بابِ تعلیق کے متعلق تحقیقِ انیق

آکد التحقیق بباب التعلیق

۱۳۲۲ھ

تصنیف لطیف:۔ اعلٰی حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

رسالہ

اَکَدُ التَّحْقِیْق بِبَابِ التَّعْلِیْق ۱۳۲۲ھ

(بابِ تعلیق کے متعلق تحقیقِ انیق)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ از بنگالہ موضع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ عبدالمجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت فیضدرجت مجمع الفضائل منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ ونقلیہ، محی السنۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقہ، زبدۃ السعادات الفائقہ، اعنی جنابنا مولانا المولوی شاہ احمد رضاخاں صاحب دام افضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فراواں وکورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلوٰۃ کی تحریر فرماکر ارسال فرمائے تھے بندہ گمگشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافقین ومخالفین نے دیکھ کر بہت خوسندیں حاصل کیں بلکہ سب علماء متفق ہوکر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے اُس نے زوج احمد کو کہا کہ تمھارا زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردودہ کردیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم

کے منکر اور تخصیص کے راجح، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا ہے وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کرکے احمد علی کو مدعی بناکر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں بعدہٗ اس کے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولینا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور اُن کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔ مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب! زجراً وتنبیہاً بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور دلالتِ حال ویمین الفور کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود طلاق بلا شرط دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دلیل بھی بیان کیا اس وجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولانا موصوف کے بیس دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوایئے ورنہ یہ شبہہ کس طرح دُور ہوسکتا ہے اور حاکم نے بیس روز مقدمہ کا حکم مؤخر کردیے، اکنوں دست بستہ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ آپ از رُوئے مہربانی وشفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرمادیجئے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کرلیجئے ورنہ جمیع علماء کی بلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے، زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفاء اللہ عنہ

نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندۂ بنگالہ

سوال: چہ مے فرمایند علمائے دین و رازدارانِ شرع متین کہ در حاضرانِ مجلس بحضور علماء وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائماً زوجہ ام برائے نماز خوانی تاکید وزجر می کردہ بودم و برائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روزے چند بوقت مغرب مر زوجہ ام را گفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و رازدارانِ شرع متین کہ حاضرین مجلس علماء وغیرہم کی موجودگی میں احمد علی نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میں ہمیشہ اپنی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کرتا رہا ہوں اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتا رہا ہوں لیکن چند روز بعد مغرب کے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ نماز پڑھو تو بیوی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے،

ابا و انکار کرد و گفت کہ مرا فرصتے نیست ازیں وجہ گفتم کہ اگر تُو نماز نگزاری بر تو دو طلاق معلق دادم کہ بزبان بنگالہ (دیلام) و در لُغتِ اردو (دیا میں) استعمال کنند بعدہٗ زن مذکورہ نمازِ عشا نخواند و قضا ہم نہ گزارد و نمازِ فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد و بعد سالے بلا شرط دو طلاق آں زوجہ مذکورہ را ایضا ہم داد و احمد علی بمحفل مذکور علماء وغیرہم نیت بوقت بیانِ تعمیم و تخصیص ہر دو منکر بود بل قرینہ برائے تخصیص راجح اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین و بوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم و علی الابد ست اکنوں از رُوئے شرع شریف اقرارش صحیح بود یا چہ بگوید کہ زجراً و تنبیہا برائے تعود للصلوۃ طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود و وعدۂ طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخوان صیغۂ امر بر دلالت حال راجح لیکن فور ثابت نمی شود بلکہ فور را ہیچ اعتبار نیست بر تقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست کما ھو المعروف اکنوں بہر حال برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فی الواقع ہمیں ست یا زوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلظہ شد بینوا بالتفصیل؛ اندریں صورت کہ زوج احمد علی بزبان خود اقرار مے کند کہ روزے بعد ادائے نماز مغرب مر زوجہ خود را بسبب تارک الصلوۃ

اس پر میں نے اسے کہا "اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھ پر دو طلاقیں معلق طور پر دیتا ہُوں" یہ بات بنگالی زبان میں (دیلام) جس کا اردو میں معنی (میں نے دیا) ہے، کہا، اس کے بعد بیوی نے عشاء کی نماز ادا نہ کی اور نہ قضاء کی اور پھر فجر کی نماز پڑھی، فجر کے بعد اس نے رجوع کرلیا، اور اس کے ایک سال بعد خاوند نے اس بیوی کو دو طلاقیں بغیر شرط پھر دے دیں، احمد علی مذکور نے علماء کی مجلس مذکورہ میں بیان دیتے ہُوئے بیوی کو نہ نماز پڑھنے پر طلاق کو معلق کرنے میں تعمیم و تخصیص کی نیت کا انکار کیا بلکہ تخصیص کا قرینہ راجح معلوم تھا، لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہمارے مخالفوں کے سمجھانے اور اپنے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہُوئے اس نے کہا کہ میں نے تو دائمی و ابدی کوئی نماز نہ پڑھنے کی نیت سے کہا تھا (یعنی کوئی خاص نماز نہیں بلکہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کی نیت سے طلاق دینے کی بات کی تھی) کیا اب اس کا یہ اقرار درست ہے یا کیا ہے، اور اب کوئی کہتا ہے کہ اس نے بیوی کو نماز کا عادی بنانے کے لئے یہ بات بطور تنبیہ اور ڈانٹ کی تھی اور یہ طلاق نہیں ہے، بلکہ طلاق کا وعدہ تھا جبکہ طلاق کا وعدہ طلاق نہیں ہوتی، اور کوئی کہتا ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "نماز پڑھ" صیغہ امر ہے جس کی حال پر دلالت واضح ہے لیکن یہ یمینِ فور ثابت نہیں ہے بلکہ فور کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے

زجر و توبیخ کرد کشاں کشاں تا آنکہ باعتدال طبعؔ استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز نخوانی اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق و آں زن نیت نماز و سورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشا نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شوہرش نیت و سورۃ تعلیم کرد و وے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلہ را طلبیدہ رجعت نمودؔ درصورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند یا چہ وبعد چند ماہ دو طلاق بلاشرط ایضًا بر آں زوجۂ مذکورہ اش دادہ است؛ آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقینؔ واقع شدند بر تقدیرش بوجہ رجعت اول طلاقین باطل شد یا چہ، واکنوں رجعت کردہ از زوجۂ مذکورہ استمتاع گرفتن روا است یا نہ؟ بیّنوا۔

کہ پہلی دو طلاقیں رجعی تھیں تو اس کے رجوع کرلینے کے بعد وُہ دونوں طلاقیں ختم اور باطل ہوگئیں جیساکہ مشہور ہے لہذا اب دوسری بار دو طلاقوں کے بعد اب احمد علی خاوند کا دوبارہ رجوع کرنا صحیح ہے۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا پہلی دونوں طلاقوں کے بعد دو طلاقوں سے احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں یعنی مغلظہ طلاق ہوگئی ہے تفصیل سے بیان کیجئے۔ خلاصہ اس سوال کا یہ ہے کہ احمد علی خاوند نے خود اقرار کیا کہ ایک روز نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو نماز کی تارک ہونے پر ڈانٹ اور سختی سے سمجھایا اور پھر معتدل مزاجی اور مستقل مزاجی سے ڈانٹ کے طور پر کہا نماز پڑھ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق ہیں، جبکہ وُہ بیوی نماز کی نیت اور کوئی سُورت اچھی طرح نہیں جانتی غرضیکہ بیوی نے عشا کی نماز بھی نہ پڑھی پھر فجر کی نماز کے لئے اس نے وضو کیا تاکہ نماز پڑھے، نماز کے لئے کھڑی ہُوئی تو خاوند نے اس کو نماز کی نیت اور سُورۃ سکھائی اور اس نے نماز پڑھی، اس سے دو تین روز بعد محلّہ کے مولوی صاحب کو طلب کرکے احمد علی نے بیوی سے رجوع کیا، تو اس صورت میں رجوع کرنے پر احمد علی کے لئے اس کی بیوی حلال ہُوئی یا نہیں، پھر اس کے چند ماہ بعد مزید دو طلاقیں بلاشرط اس کو دیں کیا یہ تسلیم کرلینے پر کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی تھیں تو ان سے رجوع کرلینے پر کیا وُہ پہلی طلاقیں کالعدم اور باطل ہوجائیں گی یا نہیں، اور دوسری طلاقوں کے بعد اس کا بیوی سے رجوع کرنا اور ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں، بیان کیجئے۔

الجواب: البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلق طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدیدِ نکاح نہ رجعت ھم واحتیاطا امرے دیگر قولہ

الجواب: یقینًا احمد علی کی بیوی اس پر حلال رہی کیونکہ اس صورت میں مطلقًا کوئی طلاق نہ ہُوئی اور نہ ہی تجدیدِ نکاح اور نہ ہی رجعت کی کوئی ضرورت ہے، ہاں احتیاط کریں تو اور بات ہے، احمد علی کا

اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق اولاً گویم کہ ایں
قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدۂ طلاق
دادن ست زیراکہ میان تو طالق وطالق
وترا طلاق فرق ست در اول وصف زن
ست ومحمول بروے و در ثانی طلاق ایقاع
زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع
زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی
ترا طلاق ترا طلاق دادم ست و در
صورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی ترا طلاق
معنیٔ آں ترا طلاق خواہم داد ہست چہ
در تعلیق شرط وجزا ہر دو خود ند و
جزا ہمیشہ مستقبل مے شود ولو
معنی پس دریں مقام مطلب اگر
نماز نخوانی ترا دو طلاق خواھم داد ہست
وخواھم در فعل ایقاع محذوف است وپیدا
ست اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد وعدۂ
طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق واز وعدۂ
طلاق طلاق واقع نشود وایں مطلب ازخود
نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت
طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر وتہدید تنبیہاً
بغرض تعود للصلاۃ گفتم وطلاق دادن در دلم
مطلقاً محظور نشد وظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں
مدعا ست وباغراض متکلم خوب چسپاں ومقتضائے
قرینہ ہم ہمچنیں ست ۔
ثانیاً گویم قولہ تو نماز بخواں اگر

کہنا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق" اس کے
متعلق میں کہتا ہوں: اولاً یہ تعلیق طلاق نہیں بلکہ
وعدۂ طلاق ہے کیونکہ تو طلاق، تو طلاق والی،
اور تجھ کو طلاق، ان تینوں میں فرق ہے۔ پہلی
عورت کی صفت اور اسی پر محمول ہے۔ دوسری میں
خاوند کا طلاق دینا ہے، لہذا اس میں خاوند کا
طلاق دینا ضرور محذوف ہے جب شرط سے
معلق نہ ہو یعنی اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تجھ کو میں نے
طلاق دی ہے، اور اگر شرط سے معلق ہو مثلاً
یہ کہ اگر تو یہ کام کرے تو تجھے طلاق ہے تو اس کا
معنیٰ طلاق کا وعدہ ہے کہ تجھے طلاق دوں گا کیونکہ تعلیق میں شرط و
جزا دونوں ہوتے ہیں اور جزا ہمیشہ مستقبل میں ہوتی ہے خواہ معناً
ہو اس مقام میں مطلب یہ کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے میں دو طلاق دوں گا کیونکہ
"دوں گا" یہاں فعل میں محذوف ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ یوں کہا "اگر تو نماز
نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق دوں گا" تو یہ طلاق دینے کا وعدہ ہوا نہ کہ
تعلیق طلاق ہوا، جبکہ طلاق کے وعدہ سے طلاق
نہیں ہوتی، یہ مطلب میں نے خود نہیں نکالا، بلکہ
احمد علی خود کہتا ہے کہ میں نے یہ بات طلاق
دینے کے ارادے سے نہیں کہی بلکہ ڈانٹ اور
زجر کے لئے کہی ہے تاکہ بیوی نماز کی عادی بن جائے
اور طلاق دینے کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا،
تو ظاہر ہوا کہ یہ صرف طلاق دینے کا وعدہ تھا،
یہی بات احمد علی کے قول سے حاصل ہوئی، اور
متکلم کی غرض کے یہی مطابق ہے اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے۔
ثانیاً میں کہتا ہوں کہ احمد علی کا بیوی کو یہ

نماز نخوانی ترا دو طلاق تعلیق طلاق ست
اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دور ست معنی
آں ترا دو طلاق ہست، باید دانست کہ در تعلیق
طلاق معلق ہر سہ گونہ است و ہر یک دو گونہ است
جانبِ وجود و جانبِ عدم مجموعہ شش قسمت
ست فعل الزوجین وجودًا و عدمًا
وفعل الغیر وجودًا و عدمًا کما
لا یخفی من شرح الوقایۃ
دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است
یعنی نماز نخواندن و معنی التعلیق
ربط حصول مضمون جملۃ ای
جزا بحصول مضمون جملۃ
أخری ای الشرط فاذا وجد
الشرط وجد المشروط وکذا اذا
فات الشرط فات المشروط وھذا
یعم الصورۃ الستۃ کلھا من
غیر فرق پس ہرگاہ ایں قول تعلیق
طلاق مسلم نشست حالانکہ ایں قول مطلق
ست مقید بوقت دون وقت نیست و
غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن
زوجہ است دائما پس تخصیص نماز عشا نہ فجر
وغیرہ از کجا آمد و قرینہ یمین الفور ہم مفقود
بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال
مزاج و استقلال طبع بغیر غضب
بطریق نصیحت مے گفت

کہنا کہ "تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے
دو طلاق"، اس کو تعلیق قرار دیا جائے، اگرچہ یہ
احتمال متکلم کے مقصد سے کوسوں دور ہے، تاہم
دو طلاق درست ہوں گی، لیکن معلوم ہونا چاہیے
کہ طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا تین طرح ہوتا
ہے پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہوتی ہیں، شرط
کا وجود، دوسری شرط کا عدم ہے تو مجموعی چھ صورتیں
بنیں۔ وہ شرط خاوند کا فعل یا بیوی کا فعل،
وجودًا یا عدمًا، اسی طرح اگر وہ شرط کسی غیر کا فعل
ہو تو وجودًا یا عدمًا ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں
واضح ہے۔ یہاں زیر بحث صورت میں شرط
بیوی کا فعل عدمًا ہے یعنی اس کا نماز نہ پڑھنا،
اور تعلیق کا معنی یہ ہے کہ ایک جملہ کے مضمون کو
دوسرے جملے کے مضمون یعنی جزار کے جملہ کو شرط
کے مضمون جملہ سے معلق کرنا ہے، تو جب شرط
پائی جائے گی تو جزا بھی پائی جائے گی، اور جب
شرط نہ پائی جائے تو جزا بھی نہ پائی جائے گی۔
یہ بات سب صورتوں کو شامل ہے جن میں کوئی فرق
نہیں لہٰذا جب احمد علی کے قول کو تعلیق تسلیم کریں،
حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور کسی وقت کے ساتھ
مقید نہیں ہے، اور متکلم کی غرض صرف بیوی کو
نماز کا عادی بنانا ہے تو یہاں کسی نماز عشاء یا
فجر کی کوئی تخصیص نہ ہوگی کہ اس کی کوئی وجہ نہیں
اور نہ ہی یہ یمین فور بنتی ہے کیونکہ احمد علی نے
معتدل مزاجی غصہ کے بغیر مستقل مزاجی سے یہ بات کہی ہے

11

یمین الفور از کجا برخاست تا ایں قول را مخصوص
با قرب الاوقات للصلوٰۃ گرداند بلکہ ایں تعلیق
طلاق ست پس مطلق طلاق ماند چہ قاعدۂ
اصول ست المطلق یجری علی اطلاقہ
والمقید یجری علی تقییدہ و وجود
صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ
ما یعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر و عدم صلوٰۃ
مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد
صلاۃ در مدت العمر، وجود مطلق الصلوٰۃ
متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما و منتفی با نتفائے
فرد ما هذا هو الفرق بین مطلق
الشئ والشئ المطلق و ہمیں ست فرق
میان موضوع مہملہ قدمائیہ و موضوع قضیہ طبعیہ
مطلق الشئ یعنی مطلق الصلاۃ موضوع مہملہ
قدماست والشئ المطلق یعنی الصلاۃ المطلقہ
موضوع قضیہ طبعیہ است پس دریں جا معلق بعدم الصلاۃ
المطلقہ ست و آں بسبب عدم جمیع افراد نماز از
زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود و عدم
صلاۃ مطلق منتفی زیرا کہ زوجۂ احمد علی صرف دراں
روز نماز نخواند و نماز فجر خواند متعود بالصلوٰۃ گشت
ہویداست کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم عدم صلاۃ
مطلق ست و عدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق
ست پس وجود صلاۃ مطلق متحقق و عدم صلاۃ مطلق معدوم
و فائت حالانکہ آں شرط و معلق بہ بود و
فوت شد فاذا فات الشرط

اور نصیحت کے طور پر کہی ہے، تو یہ یمین فور کیسے ہو سکتی
ہے تا کہ احمد علی کے اس قول کو قریب ترین وقت کی
نماز سے مخصوص کیا جائے، اس لئے اس کو تعلیق طلاق
ہی کہا جائے گا اور وہ بھی مطلق ہے اور قاعدہ ہے
کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے اور مقید کو
قید سے پابند کیا جائے، لہذا کسی نماز سے بھی مطلق
نماز کا وجود ہو سکتا ہے یعنی نماز کا فرد پایا جائے تو
مطلق نماز کا تحقق ہو جائے گا، یونہی مطلق نماز کا عدم
عمر بھر تمام نمازوں کے نہ پائے جانے پر متحقق ہو جائیگا، مطلق الصلوٰۃ کا وجود
اور انتفاء ایک فرد کے وجود اور نفی سے ہوتا ہے یہی وہ فرق ہے جو منطقی حضرات
مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبعیہ کے موضوع کے بارے میں بیان کرتے ہیں
یعنی مطلق الشئ قضیہ مہملہ قدمائیہ کا موضوع اور الشئ
المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، پس یہاں شرط
میں نماز مطلقہ کا عدم ہے جس کی نفی اور عدم کے لئے
متکلم کے تعلیق کے وقت سے لے کر موت سے تھوڑا
قبل تک تمام نمازوں کے معدوم ہونا ضروری ہے
جبکہ یہاں نماز مطلقہ کا عدم نہیں پایا گیا کیونکہ احمد علی
کی بیوی نے صرف ایک نماز نہیں پڑھی اس کے
بعد اس نے فجر کی نماز اور باقی نمازیں پڑھیں اور
نماز کی عادی ہوگئی، تو واضح ہوا کہ نماز مطلقہ کے
عدم کا نہ ہونا نماز مطلقہ کے عدم کا عدم ہے، اور
نماز مطلقہ کے عدم کا عدم نماز مطلق کا وجود ہے تو
اس طرح نماز مطلق کا تحقق ہوا اور نماز مطلقہ کا عدم
معدوم ہوا حالانکہ طلاق' عدم نماز مطلقہ سے معلق
ہے جو منتفی ہے' اور جب شرط منتفی ہو جائے تو

فات المشروط وھوالمدعا، پس طلاق
واقع نشد آنکہ درسلک تحریر کشیدہ شد صرف
گفتگو درنفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب
بادلہ فقہیہ میگویند درعالمگیریہ جلد دوم ص ۵۹۹
آوردہ الاصل ان الیمین متی عقدت
علی عدم الفعل فی محلین ینظر
فیھما الی شرط البر وعند فوات شرط
البر یتعین الحنث[1] درما نحن شرط البر فائت نشد
پس حنث متحقق نشود وایضا ھناک مسطور لو
قال ان لم تعطین ھذا الثوب و
دخلت الدار لم یقع الطلاق حتی
یجتمع امران دخول الدار وعدم
الاعطاء وعدم الاعطاء انما
یتحقق بموت احدھما او
بھلاک الثوب[2] وہمچنیں عدم
الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت زن
مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں نے و
ایضا فیہ ص۵۶۵ رجل قال
لامرأتہ ان لم تصلی
الیوم رکعتین فانت طالق
فحاضت قبل ان تشرع فی
الصلاۃ اوبعد ما صلت رکعۃ،

مشروط بھی منتفی ہوگا، یہی مطلوب ہے، پس طلاق
نہ ہوئی۔ یہ جو کچھ تحریر ہوا صرف احمد علی کے اقرار میں
گفتگو تھی، اور اب ہم مطلوب کو فقہی دلائل سے
ثابت کرتے ہیں۔ عالمگیریہ کی جلد دوم صفحہ ۵۹۹
میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے عدم پر
جو دو محل میں ہو تو دونوں میں سے جس محل میں قسم پورا
ہونے کی شرط پائی جائے اس کو پیش نظر رکھا جائے گا
اور جب شرط فوت ہو تو پھر قسم کا ٹوٹنا متعین ہوگا،
اس قاعدہ کی رُو سے ہماری بحث میں قسم پورا ہونے
والی موجود ہے وہ فوت نہیں اس لئے حنث یعنی
قسم نہ ٹوٹے گی، نیز اسی میں ہے اگر خاوند نے بیوی
کو کہا "اگر تُو مجھے یہ کپڑا نہ دے اور تُو گھر میں
داخل ہوجائے تو تجھے طلاق ہے" تو اس صورت
میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کپڑا
نہ دینا اور گھر میں داخل ہونا نہ پایا جائے یعنی دونوں
باتیں پائی جائیں تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، جبکہ کپڑا
نہ دینے والی بات خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے
مرنے یا اس کپڑے کے ختم ہوجانے تک باقی رہے گی
اور قسم نہ ٹوٹے گی، اسی طرح یہاں بھی نماز مطلقہ کا
عدم، عورت کے مرنے سے تھوڑا پہلے تک باقی رہے گا
اور قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ عورت کے مرنے سے ایک گھڑی
پہلے جب یہ نماز مطلقہ کے عدم کا احتمال ختم ہوجائے گا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹
[2] ایضاً

حکی ان الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی انہ کان یقول ان کان وقت الحلف الی وقت الحیض مقدار ما یمکنھا ان تصلی رکعتین تنعقد الیمین عند الکل و تطلق[1] دریں عبارت قید الیوم و رکعتین موجود ست ولھذا حکمش مغایر حکم ما نحن فیہ شد فافترقا ولا تشکوا و ایضا فیہ ص ۴۲۶ رجل ضرب رجلا ضربا وجیعا فقال المضروب اگر من سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا فمضی زمان ولم یجازہ قالوا ھذا لایقع علی المجازاۃ الشرعیۃ من القصاص او الارش او التعزیر او نحوہ و انما یقع علی الاساءۃ بای وجہ یکون، فان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقا کذا فی فتاوی قاضی خان[2] ایں صورت مطابق صورت ما نحن فیہ ست فرق لفظی آنکہ سزائے

تب قسم ٹوٹے گی۔ نیز اسی کے صفحہ ۴۵۱ پر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر تُو آج نماز دو رکعتیں نہ پڑھے تو تجھے طلاق ہے" تو اس عورت کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آجائے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آجائے تو شیخ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اگر خاوند کی قسم اور حیض آنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ وہ نماز دو رکعتیں پڑھ سکتی تھی تو بالاتفاق یہ قسم صحیح ہوگی اور عورت کو طلاق ہوجائے گی، چونکہ اس مسئلہ میں "آج کے دن" اور "دو رکعتوں" کی قید ہے اس لئے یہ مسئلہ اور زیرِ بحث مسئلہ مختلف ہوگئے جن کا حکم بھی مختلف ہوگا، لہذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز اسی میں صفحہ ۴۲۶ پر ہے: ایک شخص نے دوسرے کو ضرب لگائی تو مضروب نے کہا اگر میں اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو فلاں طلاق، تو کچھ وقت گزر جانے کے باوجود اس نے سزا نہ دی (یعنی سزا سے مراد شرعی سزا قصاص یا تعزیر یا تاوان نہیں بلکہ کوئی تکلیف پہنچانا مراد ہے) تو اس قسم والے نے اگر یمین فور کی نیت کی تو فوراً اس ضرب کے وقت سزا مراد ہوگی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو پھر مطلق سزا مراد ہوگی یعنی کسی وقت بھی سزا دینا مراد ہوگی جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں مذکور ہے یہ مسئلہ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ کے موافق ہے

---

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

[2] " " " " " " " " " " " ۱/۴۲۶

وے بحکم معلق بہ فعل عدمی زوج ست در مانحن فیہ اگر نماز نخوانی معلق بہ فعل عدمی زوجہ است حکم ہر دو یکے ست کما مر ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقا لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شود پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایۃ ص۴۸ انت کذا ان لم اطلقك یقع فی اٰخر عمرہ[۱] زیرا کہ طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں نماز نخواندن در آخر عمر صادق آید ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست وفی القہستانی ص۲۷۹ ویقع فی الاصح اٰخر العمر او قبیل موتہ او موتھا وفی النوادر لا یقع بموتھا فی قولہ انت طالق وان لم اطلقك[۲] ہمچنیں آں اگر زن قبیل موت نماز نخواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود مانحن فیہ چناں نیست بلکہ

صرف لفظی فرق ہے کہ یہاں "سزا نہ دوں" جو کہ خاوند کے فعل کا عدم ہے، کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں "نماز نہ پڑھنے" کو جو کہ بیوی کے فعل کا عدم ہے کو معلق کیا گیا ہے۔ لہذا دونوں مسئلوں کا حکم ایک ہے جیسے گزرا چنانچہ یہی حکم، بیوی کے نماز نہ پڑھنے، پر ہوگا کہ اگر خاوند نے یمین فور کی نیت کی، فوری مراد ہوگی۔ اور اگر یمین فور کی نیت نہ کی ہو تو عام اور مطلق یعنی نماز کسی بھی وقت نہ پڑھنا مراد ہوگا، لیکن احمد علی نے فوری یمین مراد نہیں لی اور نہ ہی یمینِ فور کا یہاں کوئی قرینہ ہے، لہذا یہ قسم مطلق مراد ہوگی اور بعد میں بھی باقی رہے گی۔ شرح وقایہ کے صفحہ ۴۸ پر ہے: خاوند نے بیوی کو کہا "اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے" تو یہ قسم عمر بھر کے لئے ہے، اگر عمر بھر طلاق نہ دی تو موت کے قریب آخری گھڑی میں طلاق ہوگی کیونکہ اس وقت معلوم ہوگا اس نے عمر بھر طلاق نہ دی ورنہ زندگی میں ہر وقت طلاق کا احتمال تھا، تو اسی طرح یہاں "نماز نہ پڑھنے کی شرط" کا وقوع عمر کے آخر میں ہوگا ورنہ زندگی میں ہر وقت نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے۔ قہستانی ص ۲۷۹ میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں خاوند یا بیوی کی موت سے ایک گھڑی قبل شرط کا وقوع

---

[۱] شرح الوقایہ بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۷
[۲] جامع الرموز (قہستانی) کتاب الطلاق مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۵۱۳

آں زن ازاں تاریخ تا ایں دم متعودہ گشت
فی قاضی خاں ص ۳۴۱ ولو
قال اذا طلقتك فانت طالق واذا
لم اطلقك فانت طالق فلم
یطلق حتی ماتت طلقت ثنتین
فی اٰخر جزء من اجزاء
حیاتہا[1] ایں ہمہ ثبوت مدعا ست
ایضا فیہ ص ۲۲۹ رجل قال
لامرأتہ ان لم اجامعك
علیٰ راس ھذا الرمح
فانت طالق فما داما حیین
والرمح قائم لا یحنث و
قبیل موت احدہما یا بعد ضیاع رمح
حانث شود ہکذا ما نحن فیہ واللہ تعالیٰ
اعلم ، اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین
اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل
چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح
کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین
اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر
طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق
قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت
اوّل طلاق باطل است کما فی

معلوم ہوگا، اور نوادر میں ہے کہ اگر خاوند نے
بیوی کو کہا "تجھے طلاق اگرچہ میں طلاق نہ دوں"
تو بیوی کے مرنے پر طلاق نہ ہوگی، اسی طرح اس
مسئلہ میں بیوی مرنے سے قبل نماز نہ پڑھے گی تو اس
کو دو طلاقیں رجعی ہونگی جبکہ زیر بحث صورت میں بیوی
نے نماز نہ چھوڑی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک
وہ نماز کی عادی اور پابند ہے۔ قاضی خاں کے ص ۳۴۱
میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا "جب میں تجھے طلاق
دوں تو تجھے طلاق اور جب تجھے نہ دوں تو تجھے طلاق"
اس صورت میں عورت کے مرنے پر اس کو طلاق
ہوگی اور اس کی عمر کی آخری گھڑی میں دو طلاقیں ہونگی
یہ تمام بحث مدعیٰ کے ثبوت کے لئے تائید ہے۔
اسی میں ص ۲۲۹ پر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ
اگر میں اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں
تو تجھے طلاق ہے۔" اس صورت میں جب تک خاوند
اور بیوی زندہ ہیں اور نیزہ بھی موجود ہے طلاق نہ ہوگی،
ہاں کسی کے مرنے یا نیزے کے ختم ہوجانے پر طلاق
ہوگی، تو زیر بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ احمد علی کی بیوی
کو پہلی دو طلاقیں ہوگئی ہیں تو تب بھی ان سے رجوع
کرلینے پر وہ کالعدم ہوگئیں جس طرح کہ بائنہ طلاق
کے بعد اگر تجدید نکاح کرلیں اور اس کے بعد طلاق

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نول کشور لکھنؤ ۱/۲۲۰
[2] " " " " " ۱/۲۲۸

الدر المختار لو طلقها رجعيا فجعله بائنا او ثلثا[1] رد المحتار قوله قبل الرجعة لانه بعدها يبطل عمل الطلاق فيتعذر جعلها بائنا او ثلثا هكذا فی الطحطاوی[2] ازیں عبارت خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح است وھو المدعی۔ واللہ تعالٰی اعلم، المستخرج محمد وجیہ اللہ۔

دے دے تو بعد والی طلاق گنتی میں ہوگی اور پہلی گنتی میں نہ ہوگی کیونکہ پہلی تجدید نکاح سے کالعدم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رجوع کرلینے کے بعد پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہوجائیں گی، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہو تو اس کو بائنہ بنادے یا تین طلاق دے دے، اس پر ردالمحتار میں کہا کہ ماتن کا قول "رجعت سے پہلے" یہ اس لئے کہ اگر رجعت کے بعد ہو تو طلاق کا عمل باطل ہوجاتا ہے اس لئے اس کو بائن یا تین بنانا ممکن نہ رہے گا، طحطاوی میں یوں ہے: اس عبارت سے خوب واضح ہوگیا کہ احمد علی کی بیوی کی پہلی دونوں طلاقیں رجعت کی وجہ سے کالعدم ہوجائیں گی۔ اب اس کے بعد کسی شرط کے بغیر دی ہوئی طلاق پر رجوع کرنا صحیح ہوگا، یہی مطلوب ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ مسئلہ کا حل پیش کرنے والا محمد وجیہ اللہ۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما، اے رب!

انی اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون درصورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالۂ نکاحش بدررفت، ونہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح باززن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست وبے توسط شوہرے دیگر حرمت جازم قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره[3] حالانکہ

میں شیطان کے غرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی، اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دے دے تو تو اس کے بعد بیوی حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۵

[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

احمد علی بتعلیم کسے ادعاے ارادۂ عموم میکند یعنی
آنکہ اگر تو در ہمہ عمر خود ت ہیچگاہ پیرامون نماز
نکردی و در مدت حیات یک نماز ہم ادا نکنی بر تو
دو طلاق باشد حیلہ الیست کاسدہ و بہانۂ
الیست لبس فاسدہ کہ غیر طفلان بخبر ہیچ
عاقلے بجوے نخرد مقصود وعظ و زجر آں می باشد
کہ پابند نماز شود و ہمیں معنی در مستفاہم عرف کہ
مبنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر
یک سجدہ پسند ست اگر ترا ابلیم کہ مرے و از دنیا
رخت بردی و ہیچ گاہ یک سجدہ اللہ نکردی آنگاہ
بدم واپسیں کہ خود از نکاح من بروں مے روی
بر تو دو طلاق باشد ایں معنی کہ اضحوکہ بیش
نیست زنہار نہ مراد قائلاں مے باشد
و نہ مفہوم اہل عرف و زبان و خود احمد علی
صباح آں شب بکار روائی عملی خود مراد
خودش کہ آشکارا بود آشکارا تر
نمود کہ چوں زن نماز عشاء نگزارد بامداد آں
رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا
بآموزگاری دستان سازاں وا مے نماید
طلاق برکہ بود و رجعت از چہ فرمود ازیں
ہمہ واضحات گزشتن و گزاشتن و
بہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب و حیلہ
گماشتن کار مسلمانی نیست و ہم ازینجا
حیلۂ قصد و عدۂ از ھم پاشد بل ہر حیلۂ
کہ فسونسازے حالا تراشد عمل بامدادی

شخص سے نکاح نہ کرے، اب احمد علی نے کسی کے
سکھانے پر جو حیلہ گھڑا اور کہا کہ عموم کا ارادہ کیا ہے
یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز بیوی نہ پڑھے اور تمام
عمر ایک نماز بھی نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، یہ
حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے جس کو بےخبر
بچوں کے علاوہ کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرے گا جبکہ
مقصد یہ ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے
نصیحت اور ڈانٹ کے طور پر بات کی گئی ہے لوگوں
کے عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند
بنانے کے لئے کوئی نماز ترک کرنے پر اس کو دو طلاقیں
ہوں گی، نہ یہ کہ تیرا ایک سجدہ ہی پسند ہے اور
اور جب تو مرنے لگی اور دنیا سے رخصت ہوتی
دیکھوں کہ تو نے کوئی ایک سجدہ نہ کیا اور دنیا سے
واپس جاتے ہوئے جبکہ از خود نکاح ختم ہو رہا ہو
تو تجھے دو طلاقیں ہوں گی، یہ معنیٰ تو مذاق کے سوا
کچھ بھی نہیں اور نہ ہی ایسی بات کرنے والوں کا
ہرگز یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی اہل زبان اور
اہل عرف یہ معنیٰ سمجھتے ہیں۔ احمد علی نے رات کی
کارروائی جو کہ پہلے واضح تھی اس کو صبح مزید
واضح کرتے ہوئے بیوی کے عشاء کی نماز رات
کو نہ پڑھنے پر دو رجعی طلاقوں کے بعد صبح اس نے
رجوع کیا، اگر اس کا مقصد وہی تھا جو حیلہ سازوں
نے اس کو سکھایا تو عشاء کی نماز نہ پڑھنے سے
طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع
کیا، اس تمام واضح چیز کو نظر انداز کرنا اور

احمد علی ہمہ را جان خراشد و قول ایں بیچارہ
بے علم چہ داند فقیر سخن ازاں در رد معلم
او می راند و ہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں
کلمۂ ملعونہ از زبانش ہماں تعلیم ضلال بر آمد
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہر چہ
تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکیناً
للھواجس وتوھینا للوساوس
والدسائس حرفے چند نافع و
سودمند در رد فتوائے دیوبند بنگاریم
و امید توفیق از حضرت عزت عز وعلا
داریم ، ایں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی
کہ اثر دیوبندیش از ہر سطرش ہویدا و جان
جہاں دیوبندیاں بر حرف حرفش شیدا
بملاحظہ آمد ، تو بادہ دیوبندیاں در تحلیل
حرام خدا بہ تسویل نفس پُردغا ، چہ ستم
اعجوبہ بکار برد کہ کہن مشقاں دیوبند را
نیز رونق بازار برد تفصیل مفضی تطویل ،
لہذا بر ما قل وکفی تعویل و حاشا روئے
سخن نہ بر ہمچو ناشناسانِ فن بلکہ مقصود نصح
عوام مومناں ست ، تا مبادا باغوائے کسے
حرام خدا را حلال پندارد ، و کلمات خطا
وضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال
راسہل انگارند والعیاذ باللہ العزیز
الرحیم ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

فریب اور غلط حیلہ سے حرام شرمگاہ کو حلال کرنا
مسلمانوں کا کام نہیں ہے ، نیز یہاں یہ حیلہ کرنا کہ
احمد علی نے وعدۂ طلاق کا قصد کیا ہے ، خود بخود
ختم ہو گیا بلکہ وہ تمام حیلے جو کارسازوں نے آپ
سکھائے ہیں ان سب کو خود احمد علی نے صبح
رجوع کی کارروائی سے باطل قرار دیا اور اِس عجیب
بیچارے بے علم کو کیا معلوم ہے ، یہ فقیر اس کے
استاذ کے رد میں بیان کرتا ہے اور یونہی استاذ
کے سکھائے ہوئے اس کلام میں کہ رجوع کرنے
سے پہلی طلاقیں باطل ہو گئی ہیں جو کسی گمراہ کے
بہکانے پر اس کی زبان نے استعمال کی ہیں کا
رد کیا جائے گا ۔ ان گمراہ کلمات پر " لاحول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم " ہی پڑھی جا سکتی ہے مسئولہ
صورت کا جواب مذکور کلمات سے مکمل ہو گیا ہے
تاہم شکوک کو ختم کرنے اور وسوسوں کو مٹانے کیلئے
دیوبندی کے فتوٰی کے رد میں کچھ کلام کی جائے
تو مفید اور سودمند ہو گی جس کے لئے میں اللہ تعالٰے
سے توفیق کا خواستگار ہوں ۔ یہ ردی فتوٰی
جو گمراہی اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اس کی ہر سطر
سے دیوبندیت اور جہالت نمایاں ہو رہی ہے اور
اس کے ہر حرف سے دیوبندیوں کا سرمایہ ملاحظہ
کیا جا سکتا ہے ، دیوبندیوں کا یہ نیا تماشہ جو
اللہ تعالٰے کی حرام کردہ کو حلال بنانے کے لئے
من گھڑت فریب سے پُر ہے ۔ ان عجوبوں پر ظلم یہ
کہ دیوبند کی کہنہ مشق شخصیات بھی بازار کی رونق

العلی العظیم۔ عزیزان ہلا ہشیار و مے
شتاب زدگی نباید شہسوار خامۂ برق بار را
بجالش آمدن دہید بحولہ تعالٰی حالا خالی
شود و بیان بعیاں رسد کہ بیچارہ از اثر
دیوبندی چساں تکذیب نص قطعی قرآن و خرق
اجماع ائمہ مومناں علیہم الرضوان نمود و بطمع آنکہ
مگر فرجے حرام را برائے دیگرے حلال
نماید حیا در ملا برروئے خودکش کشود و قد
صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ
ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند
البیہقی فی شعب الایمان من
اسوء الناس منزلۃ من اذھب
آخرتہ بدنیا غیرہ[1]، والعیاذ باللہ
رب العلمین ہمانا چیدہ چیدہ در تنبیہات
عدیدہ مفیدہ برچند خطایائے ایں فتوی نوچاویدہ
آگاہی دہیم تاعاقلاں پے برند و غافلاں خبردار
شوند و خاطیاں اگر توفیق یابند دگرہ بیچناں کور
کورانہ نروند وباللہ التوفیق ووصول
التحقیق۔

ثابت ہوئے، ضرورت سے زائد بات موجب تطویل
ہوگی لہٰذا ہم قلیل اور کافی کو پیش کرنا مناسب
ہے، ان جیسے ناسمجھ لوگوں سے ہرگز روئے سخن
نہیں ہے بلکہ اہلِ ایمان کو نصیحت مقصود ہے تاکہ
کہیں کسی کے بہکانے پر اللہ تعالٰی کے حرام کردہ
کو حلال نہ سمجھ لیں، اور غلط و گمراہی کی باتیں حتی کہ اللہ
تعالٰی کے صریح کلام کی تکذیب ہیں پر سہل انگاری
سے کام نہ لیں، العیاذ باللہ العزیز الرحیم،
ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عزیزان نہایت ہوشیار بے صبری نہیں چاہئے،
تیز رفتار شہسوار قلم کو حرکت میں آنے دو اللہ تعالٰی کے
فضل سے میدان صاف اور بیان واضح ہوجائے گا کہ
اس بیچارے نے دیوبندی اثر کی بنا پر
قرآن پاک کی نصِ قطعی کی تکذیب اور مومنوں کے ائمہ کرام
رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی خلاف ورزی کس طرح
کی ہے اور وہ بھی حرام شرمگاہ کو غیر کے لئے حلال کرنے
کے لالچ میں جرأت کرکے شرمساری اپنے ذمے لے لی
ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا سچا ارشاد روایت فرمایا جس کو
بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے
کہ لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب
کرے والعیاذ باللہ رب العلمین، اب ہم چند تنبیہاتِ مفیدہ، اس
عجیب فتوی کی چند غلطیوں پر آگاہی کے لئے ذکر کریں گے تاکہ بے پر عاقل اور غافل لوگ

---

[1] شعب الایمان باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء حدیث ۶۸۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۵۸

خبردار ہوجائیں اور خطا کار اگر توفیق پائیں تو دوسروں کے کو رانہ راستے کو نہ اپنائیں، توفیق اور حق تک رسائی اللہ تعالٰی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اول آنکہ خرق طلاق را تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ ایں جب آمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"۔ و تعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ نماز بخوان اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاق، ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش از ادائے تعلیق برآوردہ وعدۂ طلاق نماید و بدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید و پیداست کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکر و خدع، باز سائل ما کہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستان ایں ہوا پرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ "دیلام" کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت و بساط اختراع وعدہ یکسر در نوشت۔

اول یہ کہ، طلاق کے نشان کو سوال کی صورت میں تبدیلی کرکے مٹانا چاہا، یہاں جو سوال آیا اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو نمازِ مغرب کے بعد کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے" اور دیوبندی کی تعلیم سے سوال یوں بنادیا: ایک شخص نے اعتدالِ طبع اور مستقل مزاجی سے زجر اور تنبیہ کے طور بیوی کو کہا کہ تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے "دو طلاق" یوں اس نے "تو دو طلاق" کی بجائے "تجھے دو طلاق" بنادیا، تاکہ اپنے باطل زعم میں وہ تعلیقِ طلاق سے نکال کر وعدۂ طلاق بنا سکے اور لالچ کے دانتوں سے احمد علی کی کارروائی کی گرہ کو کھولے، اور واضح بات ہے کسی شرعی حکم کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا صرف مکر و فریب ہی کہلا سکتا ہے۔ پھر جس نے ہمارے پاس دوبارہ سوال بھیجا ہے اس نے ان نفسانی خواہشات پرستوں کی داستان سے پردہ ہٹادیا ہے کہ احمد علی نے جو لفظ خاص اس موقعہ پر بنگالی زبان میں استعمال کیا ہے وہ "دیلام" ہے جو کہ صراحۃً "میں نے دی" کے معنٰی میں ہونا لکھا ہے اور وعدہ کی اختراعی صورت بالکل ختم کردی۔ (ت)

دوم فرقے کہ در تو طلاق و ترا طلاق از پیش خویش بر آورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود و مفاہیم عرف اول ست نہ ثانی و معنی استقبال خود لازم ہر جز است چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ مطلقہ شوی ہم باین انشا نہ بانشائے جدید کہ آں وقت وعدہ ابداتیش میدہد ہمچناں در قولش اگر چناں کنی ترا طلاق معنی ہماں ست کہ ترا طلاق شود بہمیں انشا نہ بانشائے موعود و طلاق آنچناں کہ صدورش اوصف مرد ست کہ از و بمصدر مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر تعبیر کنند ہمچناں وقوعاً صفت زن کہ از و بمصدر مبنی للمفعول اعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود و مفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او اگر چناں شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیرا کہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل زوج ست اورا نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے ازیں معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ موجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلاً در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ خواہی شد و مطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد و پیدا است کہ ایں وعدہ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ ولفرقہ جہالتے بیش نیست۔

دوم "تو طلاق اور تجھے طلاق" کا فرق خود اپنی طرف سے من گھڑت بنایا، اس بیچارے کو تعلیق کی انشاء اور انشاء کی تعلیق کا فرق معلوم نہ ہو سکا، جبکہ عرف میں پہلا یعنی تعلیق کی انشاء مقصود و متعارف ہے نہ کہ دوسرا، اور پھر ہر جز کو استقبال خود لازم ہے مثلاً یہ کہنا کہ "تو اگر یوں نہ کرے تو طلاق ہے" اس کا معنیٰ یہ ہے کہ "تو مطلقہ ہو جائے گی" اور انشاء بھی یہی ہوگا نہ کہ کوئی بعد میں جدید انشاء ہوگا، اور طلاق صادر ہونے کے اعتبار میں خاوند کی صفت ہوتی ہے جس کو طلاق دینے والا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یونہی وہ وقوع کے اعتبار سے بیوی کی صفت ہوتی ہے جس کو مطلقہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی خاوند کے لئے طلاق مصدر مبنی للفاعل اور بیوی کے لئے وہی طلاق مصدر مبنی للمفعول بن جاتا ہے "تو یہاں" ہو جائے گی "کی تقدیر بنے گی نہ کہ "میں دوں گا" کی تقدیر بنے گی۔ اور اگر صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ بیوی کی صفت خاوند کے فعل کے بغیر بن گئی ہے تو بات نہ بنے گی اور اس سے خاوند کے جدید آئندہ فعل اور طلاق کا وعدہ نہ بن سکے گا، پس خاوند کا یہ کہنا کہ "اگر یہ ہو جائے تو طلاق" بھی بر وقت انشاء ہے کیونکہ طلاق جس کا معنی ہٹانا اور کھولنا ہے بھی خاوند کے فعل کا نام ہے جو کہ ضروری ہے، بلکہ کوئی لفظِ طلاق بھی خاوند کے فعل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، پس اگر اس لحاظ سے اس کو وعدہ والا معنی قرار دیا جائے تو پھر تعلیق کے لئے کوئی صورت نہ بن سکے گی مثلاً کوئی یوں کہے "تو طلاق ہے" تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے تو مطلقہ ہو سکے گی اور ابھی

مطلقہ نہ ہُوئی۔ اور جس عورت کو کوئی طلاق دے تو معنٰی یہ ہوجائے گا کہ طلاق دُوں گا (حالانکہ وُہ طلاق واقع کر رہا ہے) اور طلاق کا وعدہ نہیں کر رہا، غرضیکہ یہ فرق کا وسوسہ جہالت ہے، اس سے زیادہ کُچھ نہیں۔

سوم جناب مجتہد العصر باجتہاد خودش ایں فرق بدیع ابداع نمود و ندید یا دید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحًا جابجا لفظ "ترا طلاق" تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ، در فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ فرمود اگر مرا نخواہی ترا طلاق فقالت می خواہم لا تطلق ھذا تعلیق بالارادۃ وانہا امر باطن لایوقف علیہ فیتعلق بالاختیار[1] در فتاوٰی قاضی خاں و خزانۃ المفتین وغیرہما فرمودند اگر سہ ماہ رانیایم و دہ دینار نیارم ترا طلاق فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق[2] در فتاوٰی ظہیریہ و خزانہ امام سمعانی فرمود قال لہا اگر تو حرام کنی ترا سہ طلاق فابانہا ثم جامعہا فی العدۃ یحنث وتطلق ثلثا[3] حالا مجتہد دیوبند بند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالاخوانیہائے وعد و تقدیر خواہم داد کجا شد۔

سوم یہ عجیب فرق کرنے پر مجتہد العصر نے یہ بھی نہ دیکھا یا دیکھا اور حق نظر نہ آیا کہ مذہب کی تمام کتب میں جابجا صراحۃً "تجھے طلاق ہے" کو تعلیق قرار دیا گیا ہے نہ کہ وعدہ طلاق قرار دیا گیا۔ فتاوٰی خلاصہ اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "اگر تُو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق ہے" بیوی نے جواب میں کہا "میں چاہتی ہُوں" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ بیوی کے ارادہ سے معلّق ہے اور ارادہ باطنی چیز ہے اس پر واقفیت نہیں ہوسکتی لہذا بیوی کے اختیار پر فیصلہ ہوگا، اور فتاوٰی قاضی خاں اور خزانۃ المفتین وغیرہما میں فرمایا ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر میں تین ماہ کو نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق ہے"۔ تو تین ماہ کے بعد آیا اور دس دینار نہ لایا تو طلاق ہوجائے گی۔ فتاوٰی ظہیریہ اور خزانہ امام سمعانی میں فرمایا اگر بیوی کو کہا اگر تُو حرام کرے تو تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بائنہ دے کر اس سے عدت میں جماع کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور تین طلاقیں ہوجائیں گی دیوبندی مجتہد آنکھ کھول کر دیکھے کہ مذکورہ بالا عبارات میں وعدہ اور "طلاق دُوں گا" کہاں ہے۔

چہارم احمد علی را دریں داستاں استاذ خود می گوید کہ ایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ وارگونہ است بے چارہ

چہارم احمد علی کی اس داستان کا استاذ خود کہتا ہے کہ "یہ مطلب میں نے خود نہیں بنایا بلکہ احمد علی کہتا ہے" حالانکہ یہ گہرا معاملہ ہے اگر بے چارہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ١/٣٨٧
[2] خزانۃ المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ١/١١٣
[3] " " " ١/١١٢

احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چرا تخم رجعت کاشتے۔

پنجم باز کہ با عتراف حق گرا ئید سخنے لغو و بے سود چا دیدن گرفت کہ معلق بر سہ گونہ است و قسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ شش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم را در مسئلہ دائرہ دخلے نیست اینجا و فرق حکم میان قسمے و قسمے نیست خود ش می سراید ھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فرق ہوشمند را رسیدن ست کہ چوں اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم از چہ رو درمیان آمد جز اینکہ بینندہ داند کہ جناب اجتہاد مآب را گاہے بر شرح وقایہ ہم نظر افتادہ است ولو مع عدم الفہم۔

ششم شان الٰہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل ناد انستہ لب بحق می کشاید و باز از خطب بر جذب می گراید مرادش آں بود کہ ایں تعلیق را دائم نماز چسپاں نماید تا بوقوع صلوٰۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرج نمود و مطلب را کشاں کشاں بر آں منزل آورد کہ اگر از زن احمد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد او را طلاق نیست حالانکہ ایں جا خود می گوید حیث لا یشعر راہ حق می پوید کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ ست دائما سبحان اللہ ایں شتر گربگی بیں غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یا آں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجا آرد گو در سائر عمر خودش ہیچ رُوے بقبلہ میار ببیں تفاوت رہ از کجاست

احمد علی اس عظیم مکر کو سمجھتا تو صبح کو رجوع کیوں کرتا۔

پنجم پھر حق کے اعتراف سے گریز کرتے ہوئے لغو اور بے سود معاملہ میں اُلجھ گیا کہ "معلق تین قسم پر ہے" اور قسم کو تقسیم سمجھ کر کہتا ہے "مجموعہ چھ قسم ہے" حالانکہ زیر بحث مسئلہ میں اس تقسیم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہاں اقسام میں کوئی فرق نہیں ہے اور خود کہتا ہے کہ یہ حکم تمام چھ اقسام کو شامل ہے، اس عقلمند سے کوئی پوچھے کہ جب سب کا حکم ایک ہے تو پھر اس تقسیم کو کس وجہ سے درمیان میں لایا گیا سوائے اس کے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ جناب مجتہد صاحب کی نظر شرح وقایہ پر بھی پڑی ہے اگرچہ سمجھ نہیں آئی۔

ششم خدا کی شان دیکھئے کہ باطل کے ضمن میں غیر شعوری طور پر حق زبان سے نکل گیا اور پھر دوبارہ گڑھے میں گر گیا، اس کا مقصد تو یہ تھا کہ اس تعلیق کا تعلق دائمی ترکِ نماز سے بنائے تاکہ ایک نماز بھی پڑھ لینے پر بیوی کو طلاق سے تحفظ مل سکے، اسی بنا پر اپنی منطق کو استعمال کرتے ہوئے مطلب کو کھینچ تان کر اس منزل پر لے آیا کہ "اگر احمد علی کی بیوی مرنے سے قبل ایک نماز بھی پڑھ لے تو طلاق نہ ہوگی" حالانکہ یہاں راہ حق کو غیر شعوری طور پر پاتے ہوئے کہتا ہے کہ متکلم کی غرض بھی یہی ہے کہ اس کی بیوی دائمی طور پر نماز کی عادی ہو جائے، سبحان اللہ! اس شتر کی چال دیکھئے کہ یا متکلم کی غرض بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے یا یہ غرض ہے کہ پوری عمر میں ایک سجدہ بجا لائے اگرچہ باقی عمر بھر قبلہ رو نہ ہو

تا بکجا۔

ہفتم خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خوگر بودن زن بہ نماز ست می گوید پس تخصیص نماز عشاو فجر وغیرہ از کجا آمد اجتہاد تا با ما نیز ہمیں می گوئیم کہ غرض تعود دائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست، ہر نمازیکہ عمدًا بلا عذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت و زن نماز گزاشت و ادا نکرد طلاقہ شدہ۔

یہ تفاوت دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

ہفتم جب خود معترف ہے کہ متکلم کی غرض بیوی کو نماز کا دائمی پابند بنانا ہے۔ تو عشاء یا فجر کی نماز وغیرہ کی تخصیص کہاں سے آئی، تمہارا اور ہمارا اجتہاد بھی یہی کہتا ہے کہ غرض نماز کا دائمی عادی بنانا ہے جس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے جو نماز بھی شرعی عذر کے بغیر ترک کرے گی طلاق ہو جائے گی، وہ نماز عشا ہو یا فجر، جب عشاء کی نماز کا وقت ختم ہو جائے اور بیوی نے نماز وقت میں ادا نہ کی تو اس کو طلاق ہو گئی۔

ہشتم با اعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چا نہ زنی کہ قرینۂ یمین الفور ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود یا ہمانا معنی معتاد صلوٰۃ شدن زوجہ دائما آں باشد کہ در ہمہ عمر یکبار ہیچ نماز ادا نکند و لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہشتم اس اعتراف کے باوجود کہ متکلم کی غرض دائمی نماز کا عادی بنانا ہے، یہ کہنا کہ "قرینۂ یمین خود بھی مفقود ہے" کیسے درست ہو سکتا ہے ــــــــ لیکن دیوبند کے اجتہاد میں ہو سکتا ہے کیونکہ بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانے کا مطلب جن کے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تمام عمر میں ایک نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے (ان کے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نہم تخصیص یمین الفور بصورت غضب و بے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکورہ است چشم مالیدہ آنجا بینند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بد معاشے آید و ترا جزانہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب و اشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ یمین الفور یک وجہ

نہم یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا بھی دیوبند کا اجتہاد ہے، جبکہ مذہب کی کسی کتاب میں اس تخصیص کا کوئی نشان نہیں ہے، گزشتہ چند معتمد علیہ کتب کے فتاویٰ جلیلہ کی کچھ مثالیں گزری ہیں ان کو آنکھیں صاف کر کے دیکھیں تاکہ ان کے دل سے تخصیص کی غبار نکل سکے، چوتھی مثال میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حاکم نے قسم اٹھائی کہ "اگر کوئی بد معاش شہر میں داخل ہوا تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق ہے" یہ بھی یمین فور ہے حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع

راملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشند کہ مشبہ و مشبہ بہ یکے ست و مناسبت تسمیہ لازم حقیقت شَی ست و ایں خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست۔

موجود نہیں ہے مگر اس مجتہد صاحب نے یہیں غور کی وجہ تسمیہ کے وجوہ میں سے ایک وجہ کو دیکھ کر گمان کرلیا کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک ہی چیز ہیں اور وجہ تسمیہ کی مناسبت شَی کی حقیقت کو لازم ہوتی ہے، یہ بھی تو دیوبندی تعلیم کے اثر کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

دہم ازیں جا تا قول وھکذا مانحن فیہ واللہ اعلم کہ دو ثلث تحریر او می شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ را بچشم عقل و فہم دیدن توانستے از نہمہ یاوہ سرائیہا معاف داشتے ایں معنی کہ ظاھر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق بر عدم دائم نماز ست در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ ادا شدہ بود باز تخصیص بالفرض بر وجہے سمت ایضاح تافت کہ آفتاب حق بے حجاب سحاب تافت و خود اینکس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما پس حق روشن شد و پردہ از جہالت دیوبندیہ برافتاد و دریں دو ثلث تحریر بے تحریر ہرچہ جاوید ہمہ لغو و ضائع رفت کہ حاجت التفات نماند کما لا یخفٰی علٰی کل عاقل فضلا عن فاضل ایں الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ راکہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا با تقریر طویل پریشانی اینکس باید سنجید و باز تحقیق حق ناصح را کہ منکر تحکم دلالت حال واجب ست کہ خاص قسم اوّل یعنی صلٰوۃ ملتزمہ میرنہ مراد ہو اور اس کا انتفا

دہم یہاں سے لے کر اس کے اس قول "ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ایسے ہی ہے واللہ اعلم" تک جو کہ اس کی تحریر کا دو تہائی حصہ ہے کے متعلق اگر پہلے مذکور فتاوٰی جلیلہ کو عقل و فہم کی آنکھ سے دیکھ لے اس کی یہ تمام یاوہ گوئی ختم ہوجائے اور تعلیقِ طلاق کا لغوی معنی جس کا مفاد ظاہراً دلالت کر رہا ہے کہ "اگر تو نماز نہ پڑھے گی" کا مطلب دوامِ نماز کا عدم ہے یعنی کوئی ایک نماز نہ پڑھے، مذکورہ فتاوٰی جلیلہ کے الفاظ نے بھرپور انداز میں اس کو بیان کر دیا ہے پھر نماز فرض کی تخصیص واضح انداز میں بادل سے بے حجاب سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے، اور خود اس شخص نے نادانستہ طور پر اعتراف کرلیا کہ "متکلم کا مقصد بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے" پس حق واضح ہوگیا اور دیوبندی کی جہالت سے پردہ اٹھ گیا، اور اس کی دو ثلث تحریر بے تحقیق تمام یہاں لغو اور ضائع ہوگئی اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں جیسا کہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے گزشتہ فتاوٰی جلیلہ کے مختصر الفاظ کو "کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیزِ نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ

ع‍ یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہُوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں با اعتراف اینکس کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائماً باید دید تو و بخدائے تو ہیچ پردہ بر چہرۂ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرطے آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکردہ باشد۔

ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز نہ پڑھی، صادق نہ رہا" کو اپنی طویل پراگندہ تقریر کے مقابلہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہیے اور پھر اس کے بعد واضح حق کو "کہ مگر بحکم دلالتِ حال واجب ہے کہ خاص قسم اول یعنی صلوٰۃ ملتزمہ مبریہ مراد ہو اور اس کا انتفاء ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی، صبح صادق طالع ہوتے اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں" کو یہ شخص اپنے اس اعتراف کے ساتھ" کہ متکلم کی غرض بھی بیوی کو دائمی طور پر نماز کی عادی بنانا ہے" ملا کر دیکھے تو بخدا بتائے کہ حق کے چہرہ پر کوئی پردہ باقی رہتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں رہتا، بشرطیکہ دیوبندی تعلیم نے اس کی عقل کو دیوبندی یعنی شیطان کا غلام نہ بنایا ہو۔

یازدہم مسکین بیچارہ کہ در مدرسۂ دیوبند گاہے الفاظ میر زاہد بر ملا جلال را ترجمہ شنیدہ باشد بشامت بحث منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی بست و مطلبے را کہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نامعقول خودش اثبات خواست و باآنکہ محققین ایں تدقیق ذائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ رد فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر از آنہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد بسند نمود و ندانشت کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیت است و کلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ و زنہار ایں مرتبہ از وجود خارجی بوئے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتوان شد

یازدہم بیچارے مسکین نے کبھی دیوبند کے مدرسہ میں ملا جلال پر میر زاہد کے الفاظ کا ترجمہ سُن لیا ہوگا جس پر بدقسمتی سے منطق کی بات شروع کر دی اور دیوبندی فقاہت بنا دی اور مذکورہ فتاوٰی جلیلہ کا مطلب جو وضاحت کے اصول پر بہت اچھی طرح واضح ہو چکا تھا اس کو اپنی نامعقول منطق سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے اگرچہ محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد مرحوم کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رَد کیا ہے یہ بیچارہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے محققین کی بیان کردہ وجوہ سے محروم رہ کر سید زاہد کی تقلید جامد پر ہی انحصار کر سکا۔ اسے معلوم نہیں کہ قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے اور کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے جس کا وجود صرف ذہنی ہوتا ہے، لہٰذا یہ طبعیہ صرف قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے

12

فان المتنزع تابع للانتزاع فمالم ینتزع لم یوجد ولو وجد ما یصح الانتزاع منه آیا نہ بینی کہ ایں مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چساں وجود ذہنی پزیرد۔

خارجیہ نہیں ہوتا، اور یہ ہرگز وجود خارجی کا مرتبہ نہیں پا سکتا، یہ اپنے ایک فرد یا جمیع افراد کے خارجی وجود سے بھی خارج میں متحقق نہیں ہو سکتا بلکہ کسی فرد کے خارج میں پائے جانے سے اس مرتبہ کا وجودِ انتزاعی بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ انتزاع کی ہوئی چیز، انتزاع کے تابع ہوتی ہے تو جب تک انتزاع نہ کیا جائے اس کا وجود نہیں ہوتا اگرچہ وہ چیز موجود بھی جس سے انتزاع کیا جا سکتا ہو، کیا غور نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ماہیت کے ساتھ اطلاق کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا یعنی اطلاق کا لحاظ صرف عنوان میں ہو مُعنوَن میں نہ ہو، تو کسی فرد کے محض خارج میں لحاظ کرنے والے کے لحاظ کے بغیر پائے جانے سے ذہنی وجود کس طرح پیدا ہو سکے گا۔

دوازدہم مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی است یا وجود ذہنی اول را خود او شایاں نیست و دوم در گرو وجود فرد نبود کہ با نتفائے افراد منتفی شود۔

دوازدہم قضیہ طبعیہ کے موضوع کے لئے طبیعت کے وجود سے مراد خارجی وجود یا ذہنی وجود ہے وجود خارجی تو خود طبیعت کے شایاں نہیں، اور ذہنی وجود مراد ہو تو وہ حاصل نہیں (کیونکہ یہ افراد سے متعلق نہیں) کہ وہ افراد کے انتفاء سے منتفی ہو جائے۔

سیزدہم الشئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم و کلیت و اطلاق است احکام افراد باو ساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا با نتفائے افراد منتفی شود۔

سیزدہم الشئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے، اس میں افراد کے احکام سرایت نہیں کرتے تو اس مرتبہ کے متعلق یہ کہنا کہ ایک فرد کے وجود سے موجود یا ایک فرد کے انتفاء سے منتفی ہو جانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چہاردہم اگر بفرض باطل طبعیہ را خارجیہ گوئیم پس وجود طبیعت بوجود ہر یک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست وعلی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود با نتفائے آں فرد ہمانحو وجود منتفی شود پس

چہاردہم اگر بفرضِ باطل، ہم مان لیں کہ قضیہ طبعیہ کا وجود خارجی ہے تو طبیعت کا وجود اس کے افراد متعاقبہ میں سے ہر فرد کے وجود سے ہوگا تو کیا طبیعت کو وہی وجود حاصل ہوگا جو کہ اس کے فرد اول کا وجود ہے یا اس کا کوئی غیر وجود ہوگا اگرچہ یہ غیریت اعتباری ہی ہو، اول باطل ہے کیونکہ یہ

انتفا بانتفائے ہر فرد رونماید وتفرقہ ایں حکم میان مطلق الشیئ والشیئ المطلق ضائع برآید۔

تحصیل حاصل ہے اور دوسری شق پر جب ہر فرد کے وجود سے طبیعت کو ایک قسم کا وجود عارض ہُوا تو اس فرد کے انتفاء سے طبیعت کو حاصل شدہ وجود منتفی ہوگا، تو لازم آئے گا کہ ہر فرد کے انتفاء سے طبیعت کا انتفاء ہوجائے تو اس حکم میں مطلق الشیئ اور الشیئ المطلق کا فرق فضول ہوگا۔

پانزدہم ایرادات قاہرہ بریں تفرقہ بارہ در کلماتِ زائرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہٗ مطالعہ کن غرض بالقدر ما یتعلق بالمقام این ست کہ احمد علی زنِ خود راگفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبداہۃ مقصود او نمازے ست کہ خواندن وگزاردن و ادا نمودن و در خارج برروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی و اعتباری باشد وقابلیت ایقاع و ادا اصلاً ندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد دریں جا الصلٰوۃ مطلقہ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است و بہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ برو متفرع کردہ واضح شد فان فساد المبنٰی فساد البناء۔

پانزدہم اس فرق پر مضبوط اعتراضات کا مطالعہ ملک العلماء بحر العلوم کے کلام میں کرو۔ زیر بحث مقام سے متعلق غرض یہ ہے کہ احمد علی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تُو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، پس بالبداہت معلوم ہے کہ اس کا مقصد وُہ نماز ہے جو خارج میں پڑھی اور ادا کی جاسکے، نہ وُہ نماز جس کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہو اور خارج میں پڑھنے اور ادا کرنے کے قابل نہ ہو، تو یہ کہنا کہ یہاں صلٰوۃ مطلقہ مراد ہے جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، محال ہوگا، اس کے بطلان کے بعد وُہ تمام باتیں باطل ہوگئیں جو اس پر متفرع کی گئی ہیں، یہ واضح بات ہے، کیونکہ مبنٰی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔

شانزدہم ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست وعبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر[1] کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واضحہ را در محل لائق او نتوانستی دید کاش ہم ازینجا بر فقرہ

شانزدہم عدم فعل کی شرط کے پائے جانے پر حنث کا پایا جانا واضح بات ہے جس پر کسی نقل کی ضرورت نہ تھی، لیکن دیوبندی مجتہد بڑے سلیقہ سے اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے اور اس کا یہاں عالمگیری کی عبارت "کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قسم کا تعلق ایسے عدم فعل سے ہو جس کا تعلق دو محل سے ہو تو دونوں میں قسم پُورا ہونے کی شرط کو دیکھا جائے گا" کو بطور سند پیش کرنا بے علاقہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کردے تعلیق یمین بہ دو محل را دریں محل چہ مقام ومحل۔

بات ہے اس غریب کو اس واضح بات پر کوئی مناسب دلیل نظر نہ آئی تھی تو یہاں اس فقرہ پر کہ "اور قسم پورا ہونے کی شرط کے فوت ہوجانے پر حنث لازم اور متعین ہوگا" اکتفا کرلیتا کیونکہ یہ بطور مفہوم مخالف اس کے مقصد کے موافق تھی، تو اس مفہوم مخالف کا تکلف کرلیتا، جبکہ قسم کو دو محلوں سے معلق کرنے کا یہاں کیا مقام تھا۔

ہشتم آنکہ از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی ھذا الثوب[1] باز مسئلہ ان لم اطأك مع ھذہ المقنعۃ[2] آوردو مسکین درمیان ایں دو مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاوٰی امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آورد واز بے بصری نہ دید یا دید واز بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید واز راہ مغالطۂ عوام قطع وبرید گزید ببیں کہ در ہمیں سطور عالمگیری چہ می فرماید فی فتاوٰی ابی اللیث رحمہ اللہ تعالٰی اذا اراد الرجل ان یجامع امرأتہ فقال لھا ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شھوتہ وقع الطلاق علیھا وان دخلت قبل ذٰلك لاتطلق کذا فی المحیط[3] اینجا چرا نہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست و دخول

ہشتم یہ کہ عالمگیریہ کا مسئلہ کہ بیوی کو کہا اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے تو طلاق۔ اور پھر دوسرا مسئلہ، اگر میں تجھ سے وطی نہ کروں اس اوڑھنی کے ساتھ، کو اس کفایت دینے والے مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا اور اس غریب نے ان مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان عالمگیری کا محیط سے اور اس کا امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے منقولہ مسئلہ کو ذکر کیا اور بے بصری میں دیکھا نہیں یا دیکھا ہے تو بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا نہیں یا سمجھا ہے تو عوام کو مغالطہ دینے کے لئے قطع وبرید کردی، دیکھئے عالمگیری کی انہی سطروں میں کیا بیان کیا ہے کہ فتاوٰی ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کرتے ہوئے بیوی کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ اندر کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد عورت اس وقت داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہوگئی تو بیوی کو طلاق ہوگی، اور اگر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۲۹

[2] " " " " " " " " " " " ۱/ ۴۳۱

[3] " " " " " " " " " " " ۱/ ۴۳۰

مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست واو منتفی نشود مگر بانتفائے
جمیع افراد و دخول و ایں نبود مگر بعدم دخول اصلا
تا حصول موت احد ہما پس دخول کہ بے متحقق شود اگرچہ
بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد و شرط حنث
صورت نہ بندد۔

شہوت ختم ہونے سے قبل داخل ہُوئی تو طلاق نہ ہوگی،
جیسا کہ محیط میں ہے، یہاں اس عبارت پر اس نے
اپنی مذکورہ تقریر کیوں نہ کی کہ عدم دخول پر قسم کھائی ہے
اور عدمِ دخول مطلق ہے اور دخولِ مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع
ہے جو تمام افراد کے منتفی ہُوئے بغیر منتفی نہیں ہوگا
اور تمام افراد دخول منتفی نہ ہوں گے مگر اس وقت جب کبھی دخول نہ پایا جائے اور یہ بات خاوند بیوی
دونوں میں سے ایک کے مرنے پر معلوم ہو سکے گی تو جب دخول متحقق ہو خواہ دس سال بعد ہو اس وقت دخولِ مطلق کا
عدم منتفی ہو جائے گا، اور قسم کے ٹوٹنے کی شرط کے پائے جانے کی صورت نہ بنے گی۔

ہیجدہم باز از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تصل الیوم
رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان
تشرع فی الصلٰوۃ او بعد ما صلت رکعۃ[1]
آورد کہ اگر از وقتِ یمین تا آغازِ حیض زمانے بود کہ
دو رکعت را گنجائش دارد مطلقہ شود و ایں مسئلہ را
بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ
تطبیق و توفیق بر سرِ اجتہاد برمی دارد کہ دریں عبارت
قید الیوم و رکعتین موجود ست لہٰذا حکمش مغایر
مانحن فیہ شد فافترقا ولا تشکوا و نمی داند
کہ دریں جہت اصلاً نہ در مسائل افتراق نہ در حکم
تغیر صلٰوۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد و
انتفائے شئ بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت
و ہیچ فرد از افراد صلٰوۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد
شرط بر منتفی گشت و حنث رونمود و توہم آنکہ شوہر
الیوم گفت و بجا آوریِ دو رکعت در مدۃ العمر

ہیجدہم پھر عالمگیری کا مسئلہ ذکر کیا کہ خاوند نے
بیوی کو کہا اگر تُو آج دو رکعتیں نماز نہ پڑھے تو تجھے
طلاق، اس کے بعد بیوی کو نماز شروع کرنے سے
قبل حیض آگیا یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آگیا،
تو بتایا کہ اگر قسم اور نماز شروع کرنے کے درمیان
اتنا وقت تھا کہ دو رکعتیں نماز پڑھ سکے، تو بیوی کو
طلاق ہو جائے گی، اس نے اس مسئلہ کو ظاہری
طور پر زیرِ بحث کے منافی بتایا اور تطبیق و توفیق کا
پتھر اجتہاد کے سر پر اٹھا کر کہا اس مسئلہ کی عبارت
میں "آج" اور "دو رکعتوں" کی قید ذکر کی گئی ہے
لہٰذا اس مسئلے کا حکم ہمارے زیرِ بحث کے حکم سے
مغایر ہے۔ لہٰذا دونوں مسئلے جُدا ہیں اور تمھارا
اعتراض نہ ہو، اس کو معلوم نہ ہُوا کہ اس وجہ کی
بنا پر مسائل میں اختلاف اور نہ ہی حکم متغیر ہوا "آج
دو رکعتیں نماز" کی بھی طبیعت کلیہ ہے اور کسی چیز کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرھا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

ہیچ روزے از روز ہائے عمر اینجا بسندہ کند و ہیئت کہ ہیچ غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگرچہ درغایت جہل و عناد باشد حاجت رفعش مگر بقیاس عقول عالیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتین را موجب تفرقہ دانستن طرہ براں۔

انتفاء اس کے تمام افراد کے انتفاء سے ہوجاتا ہے تو جب دن بھر میں کوئی فرد نماز کا نہ پایا گیا اور اس دن میں دو رکعتوں کا وجود نہ پایا گیا تو دو رکعت نماز نہ پڑھنے کی شرط پائے جانے کی وجہ سے قسم ٹوٹ گئی تو طلاق ہوگئی ہے، اور اس کا یہ وہم کرنا کہ خاوند نے "آج" کا لفظ کہا ورنہ "دو رکعتیں پڑھنے" کا عمر بھر میں سے کوئی دن بھی ہو سکتا تھا تو یہ وہم دیوبندی کے علاوہ کسی کو خواہ کتنا ہی جاہل اور غبی ہو کوئی لاحق اور عارض نہیں ہوسکتا، لہٰذا صرف دیوبندی عقول عالیہ کو ہی اس وہم کو دفع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی، پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نے دو رکعتوں کو بھی وجہ فرق بتایا۔

نوزدہم بازبکمال ذہوشی مسئلہ "اگر سزائے تے نکنم فامرأتہ کذا[1]" آورد اگر نیت فور کند بر فور باشد ورنہ مطلق وخودش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است و اعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی تراد و طلاق ان نوى الفور فهو على الفور تا ایں جا ناداستہ بحق رجوع آورد باز زخم نامندمل را چارہ کار ہماں مکابرہ و انکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شد سبحان اللہ قرینہ فور از کلام خودت پرس کہ خواہر زادہ خالہ تو بالا چہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ است دائما و نیت احمد علی ہم بامداد کار یا مداد احمد علی دریاب کہ چوں زن نماز عشا نگزارد وصباح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رو نمودے، الحمدللہ کہ حق واضح ست فاما مکابرہ را چہ علاج۔

نوزدہم پھر اپنی کمال عقلمندی دکھاتے ہوئے، یہ مسئلہ کہ اگر اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، ذکر کرکے کہا کہ نیت فور کی کرے تو فور ہوگا ورنہ مطلق ہوگا، اور خود کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے مطابق ہے اور اعتراف کیا کہ یوں ہی عورت کو کہنا اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ اگر فور کی نیت کی تو فور ہوگا، یہ کہہ کر اس نے حق کی طرف رجوع نادانستہ طور پر کرلیا اور پھر اس مندمل نہ ہونے والے زخم کا علاج اس مکابرہ اور انکار سے کرتے ہوئے کہا، لیکن احمد علی نے فور کی نیت نہیں کی اور نہ ہی فور کا قرینہ پایا گیا، سبحان اللہ! فور کا قرینہ خود اپنے کلام سے پوچھ کہ تیری خالہ کے بھانجے نے (تو نے) اوپر کیا کہا ہے "کہ متکلم کی غرض بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا ہے" اور پھر احمد علی کی نیت معلوم کرنے کے لئے احمد علی سے پوچھ کہ اس کی بیوی کے رات کو عشاء کی نماز نہ پڑھنے پر طلاقوں سے صبح رجوع کر لیا، اگر فور کی نیت نہ ہوتی تو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۶

رجوع کرنے کا کیا جواز تھا، الحمدللہ حق تو واضح ہے مگر مکابرہ کا کیا علاج ہے۔

بست و ہفتم باز از شرح وقایہ و قہستانی و قاضیخاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقك[1] و مسئلہ ان لم اجامعك علٰی رأس ھذا الرمح[2] می آرد کہ تا آخر عمر و تا بقائے نیزہ مہلت دادہ اند و ہماں مقدمۂ مسلّمہ را کہ خود در فتوائے جلیلہ سابقہ باوضح وجوہ و احسن بیان باستناد عبارات ہدایہ و فتح القدیر رنگ ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید و بتحصیل حاصل می پوید و از نکتۂ بدیعۂ رفیعہ کہ بحوالہائے تلخیص الجامع الکبیر و شرح التلخیص للعلامۃ الفاسی و انتقاض الاعتراض و تنویر الابصار و درمختار و فتح القدیر و شرنبلالیہ و ردالمحتار و اشباہ والنظائر و تبیین الحقائق وغیرہا افادہ شدہ بود چشم می پوشد و بباطل می کوشد یارب مگر ایں را چہ گفتہ آید ما دیدہ را دیدہ کشودہ سہل ست آنکہ صد بار دیدہ دیدہ پوشیدہ و دیدہ را نادیدہ ساختہ او را چارہ کدام، بارے مگر در شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ ندیدی کہ شرط للحنث فی ان خرجت وان ضربت (فانت طالق) لم یدۃ خروج او ضرب عبد فعلھما فورًا[3] و در قہستانی فیہ اشارۃ الی ما تفرد بہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ فی استنباطہ

بست و ہفتم پھر قاضی خاں، قہستانی اور شرح وقایہ سے نقل کرتے ہوئے "مسئلہ" تجھے طلاق ہے اگر تجھے طلاق نہ دوں" اور "مسئلہ" اگر اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو طلاق ہے" کو ذکر کرکے کہا کہ ان مسئلوں میں فقہاء نے آخر عمر اور نیزے کی بقاء تک مہلت دی ہے اور تمام وہ مقدمات مسلّمہ جن کو فقہائے کرام نے اپنے فتاوٰی جلیلہ میں بہت اچھے انداز سے واضح کرکے ہدایہ، فتح القدیر کی عبارات سے مستند کیا ہے ان کو بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور واضح کو بے مقصد واضح اور تحصیل حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور بلند پایہ نکتہ جس کو تلخیص الجامع الکبیر، شرح تلخیص علامہ فاسی، انتقاض الاعتراض، تنویر الابصار، درمختار، فتح القدیر، شرنبلالیہ، ردالمحتار، اشباہ و نظائر اور تبیین الحقائق وغیرہا کے حوالوں سے مستفاد کیا گیا ہے، کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے اور باطل کے درپے ہے، یارب! کیا کہا جائے، نہ دیکھی چیز کو دکھانا آسان ہے اور صد بار دیکھی چیز سے بند آنکھ اور دیدہ کو نادیدہ بنانے والے کیلئے کیا چارہ کیا جائے۔ کیا آپ نے شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں دیکھا کہ جب بیوی باہر

---

[1] شرح الوقایہ	بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۷۷
[2] فتاوٰی قاضی خاں	باب التعلیق	نولکشور لکھنؤ	۱/۲۲۸
[3] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ	فصل حلف الفعل	نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی	ص ۸۶

من اتمام اقسام الیمین فان سلفه قسموها الی المؤبدة لفظا ومعنی، والمؤقتة کذٰلک مثل لا افعل کذا ولا افعله الیوم ثم زاد الامام اتماما مسمی بیمین الفور او یمین الحال مما ھی المؤبدة لفظا والموقتة معنی کما مرّ[1] (ملخصًا)۔ در قاضی خان، سکران ضرب امرأته فخرجت من دارہ فقال ان لم تعودی الی فانت طالق وکان ذٰلک عند العصر فعادت الیه عند العشاء قالوا یحنث فی یمینه لان یمینه تقع علی الفور وان قال لم انو الفور لا یصدق قضاء، وفی المرأة اذا قامت لتخرج فقال الزوج ان خرجت فانت طالق وجلست ثم خرجت بعد ذٰلک بساعة لا یحنث فی یمینه[2] مگر ایں بیچارگاں چہ کنند کہ تعلیم تجدیت در قرآن و حدیث نیز بمصداق افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض[3] کار میکنند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جانے کو یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو تو اس وقت اس کو کہا کہ تُو باہر نکلی یا تُو نے مارا تو تجھے طلاق ہے تو یہ دونوں یمین فور ہیں۔ امام قہستانی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قسموں کے اقسام مکمل فرمانے میں اپنے استنباط میں تفرد فرمایا ہے کیونکہ آپ سے قبل اسلاف نے یمین کو صرف لفظاً و معنیً مؤبدہ اور مؤقتہ پر تقسیم فرمایا تھا مثلاً میں یہ نہ کروں گا، اور میں آج یہ نہ کروں گا۔ پھر امام صاحب نے لفظاً و معناً مؤبدہ اور مؤقتہ پر ایک قسم زائد بیان کی جس کو یمین فور یا یمین حال کہا جاتا ہے یہ قسم لفظاً مؤبد ہے اور معناً مؤقت ہے جیسا کہ پہلے گزرا، قاضیخان میں ہے کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی کو پیٹا تو وہ باہر نکل گئی تو اس نے کہا اگر تُو واپس میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق ہے، یہ واقعہ عصر کے وقت ہُوا تو بیوی اس کے پاس عشاء کے وقت لوٹ آئی، اس پر فقہاء نے فرمایا قسم ٹوٹ گئی، کیونکہ یہ اس کی قسم یمین فور تھی اگر وہ کہے کہ میں نے فور کی نیت نہیں کی تھی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کریگا، اور اس مسئلہ میں کہ بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے کہہ دیا کہ اگر تُو نکلی تو تجھے طلاق ہے، اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹے گی، یہ بیچارے کیا جانیں ان کو تو قرآن وحدیث کی تجدی تعلیم

---

[1] جامع الرموز — فصل حلف الفعل — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۲/ ۶۶۵
[2] قاضی خان — باب التعلیق — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۲۳۵
[3] القرآن الکریم — ۲/ ۸۵

ہے، اور پھر بعض کتاب مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو" کے مصداق عمل کرتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بست ویکم تا اینجا جہالاتِ دیوبندیہ بود حالا ضلالاتِ دیوبندیہ جوشش زد و بیباک بے ادراک کلمہ گفت کہ بدریا ہا نتوان شست کہ "اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل الیٰ قولہ اکنوں برائے طلاق بلاشرط رجعت صحیح ست" انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ ع

آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد

تعلیم دیوبندی دریں[1] قرآن عظیم وحدیث کریم و اجماعِ ائمہ حدیث وقدیم ہمہ را یکسر پس پشت انداخت و بزورِ زبان و زورِ بہتان بمصداق ارشاد حضور سید الانبیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام کہ یستحلون الخ شرمگاہِ زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام را حلال ساخت قال اللہ تعالیٰ عزوجل الطلاق مرّتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان الیٰ قولہ تبارک وتعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1] یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت است ہمیں تا دو بار ست کہ شوی را در ماندن زن بخوبی یا آزاد کردن بنیکوئی اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد

بست ویکم یہاں تک دیوبندی جہالتیں تھیں اب دیوبندی گمراہی نے جوش مارا اور بے سوچے سمجھے بے دریغ ایسا کلمہ کہہ دیا کہ تمام دریا بھی اس کو صاف نہ کر سکیں، اور کہا کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں تب بھی احمد علی کے رجوع کر لینے پر وہ باطل ہوگئی ہیں، اور آخر میں کہا کہ اب غیر مشروط طلاق کے بعد اس کا رجوع صحیح ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آدمی ختم ہوگئے اب فرشتہ اجتہاد شروع کر رہا ہے۔

دیوبندی تعلیم نے یہاں پر قرآن وحدیث اور ائمہ قدیم وجدید کے اجماع کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے، اور زبان و بہتان کے زور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "عورتوں کی حرام شرمگاہوں کو حلال کریں گے" کے مصداق اس کا ارتکاب کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کر کے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کر دو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے" تک۔ یعنی جس

عہ و عہ یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹ - ۲۲۸

زن مراد او احلال نبود تا با شوئے دگر بخوابہ نشود ائمہ
تفسیر وحدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش
ازیں طلاق را عددے معدود وحدے محدود نبود ہر
قدر بار شوئے خواستے طلاقہا دادے ورجعت ہا
کردے وآنکہ اضرارِ زن خواستے طلاقش دادے
تا آنکہ چوں عدتش بر سر گزشتن آمدن رجعت کردے
باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت
رجعت نمودے وہمچناں کردے تا آنگاہ کہ دلش خواستے
بیچارہ زن باین کار معلقہ ماندے نہ راہے رفتن
نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت
فریاد آورد آنگاہ آیہ کریمہ نزول فرمود وبعد سہ طلاق
اختیار رجعت نماند وکار زن بدست زن شد امام
بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قولہ تعالٰی
الطلاق مرتٰن روی عن عروۃ بن الزبیر
رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان الناس فی
الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد
وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت
انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذٰلک
ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ہذہ
الاٰیۃ الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق
الذی یملک الرجعۃ عقیبہ مرتان
فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد
نکاح زوج اٰخر[1]، امام رازی در تفسیر کبیر

طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وُہ دو بار طلاق ہے
کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا
نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہُوئے طلاق دے دے، اس
کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال
نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح
نہ کرلے۔ ائمہ تفسیر وحدیث نے اس آیہ کریمہ کا شانِ
نزول یُوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد
یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع
کرنا چاہتا کرلیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا
تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع
کرلیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے
خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا،
بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا
آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا، اسی پریشانی میں ایک
عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہُوئی اور فریاد کی، تو
اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہُوئی، اور تین طلاقوں کے
بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔
امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی
کا ارشاد "الطلاق مرتٰن الخ" الآیۃ کا شانِ نزول
یہ ہے جس کو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ
نے بیان فرمایا کہ لوگ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد
طلاقیں دیتے تھے، اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر
عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیتا اور پھر طلاق

[1] معالم التنزیل علی حاشیہ تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتٰن الخ مصطفٰی البابی مصر ١/٢٢٧

فرمود المسئلة الاولی کان الرجل فی الجاهلیة یطلق امرأته ثم یراجعها قبل ان تنقضی عدتها و لو طلقها الف مرة کانت القدرة علی المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها فشکت ان زوجها یطلقها و یراجعها یضارها بذٰلك فذکرت عائشة رضی الله تعالٰی عنها ذٰلك لرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی الطلاق مرتٰن،
درتفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاهلیة غیر مقرر علی وتیرة واحدة حتی انه لو طلقها عشرة یمکنه رجعتها وکان یراجعها وقت انقضاء العدة ثم یطلقها و یراجعها حتی ان جاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها تشکو من مراجعة زوجها ثم تطلیقها ثم و ثم هکذا فعرضت الی

دے دیتا اور یُوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہُوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے وُہ دو بار ہے اور جب تین طلاقیں پُوری کردے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہوسکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولٰی، یہ کہ، جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وُہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا ہے اور تنگ کر رہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہُوئی الطلاق مرتان، الآیۃ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق کا کوئی قانون نہ تھا حتی کہ کوئی بھی شخص دس طلاقیں دے کر بھی پھر رجوع کرلیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرکے پھر طلاق دے دیتا، حتی کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس آکر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہُوئے کہا کہ وُہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کرلیتا ہے، تو حضرت

ـه تفسیر کبیر زیر آیۃ الطلاق مرتان الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ بمصر ۶/ ۱۰۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فنزل قوله تعالى الطلاق مرتان
فامساك بمعروف اوتسريح باحسان
يعني ان الطلاق الرجعي الذي
يتعلق به الرجعة مرتان اى اثنتان
لا ثلاثتان فبعد ذلك امساكها
بمعروف اوتسريحها كذلك وهذا
امر بصيغة الخبر كانه قيل طلقوا
الرجعي مرتين وهذا التوجيه
المذكور في الحسيني والزاهدي والبيضاوي
والتلويح وهو الموافق لمذهب الشافعي و
ابي حنيفة جميعًا، ترمذی و ابن مردویہ و حاکم
بافادۂ تصحیح و بیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کنند قالت كان الناس
والرجل يطلق امرأته ما شاء ان يطلقها و
هي امرأته اذا ارتجعها وهي في العدة و
ان طلقها مائة مرة او اكثر حتى قال رجل
لامرأته والله لا اطلقك فتبينين مني
ولا أويك ابدا قالت وكيف ذلك قال
اطلقك فكلما همت عدتك ان تنقضي
راجعتك فذهبت المرأة حتى دخلت
على عائشة فاخبرتها فسكتت
عائشة رضي الله تعالى عنها حتى

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی،
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الطلاق مرتان الآیۃ، یعنی
وُہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار
طلاق ہے اس سے زائد نہیں، اس کے بعد بھلائی سے
بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے
آخری طلاق دینا ہوگی۔ اور تفسیر حسینی، زاہدی،
بیضاوی اور تلویح نے یہی تفسیر بیان کی جو امام شافعی
اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے مذہب
کے موافق ہے۔ ترمذی، ابن مردویہ، حاکم بافادہ تصحیح اور
بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا
کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے
باوجود وُہ بیوی رہتی جبکہ وُہ عدت کے دوران رجوع
لیتا، اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا
ہوتا، حتی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم
میں تجھے طلاق نہ دُوں کہ تُو جدا ہوجائے اور نہ ہی تجھے
پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی، بیوی نے پوچھا
وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت
ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونیوالی
ہوگی تو رجوع کرلوں گا، تو اس عورت نے جاکر حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ شکایت کی، یہ سن کر
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہوگئیں حتی کہ

؎ تفسیرات احمدیہ زیر آیت الطلاق مرتان الخ مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی نزل القراٰن الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[۱]، نیز ابن مردویہ وبیہقی از ام المؤمنین روایت آرند، قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعہا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل وبین اھلہ بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لاترکنك لا ایما ولا ذات زوج فجعل یطلقہا حتی اذا کادت العدۃ ان تنقضی راجعہا ففعل ذلك مرارا فانزل اللہ فیہ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان فوقت لہم الطلاق ثلثا یراجعہا فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثالثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہ[۲]، ابوداؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتہا وان طلقہا ثلاثا فنسخ ذلك فقال الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام تشریف لائے تو انھوں نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتی کہ یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ، نیز ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بنادوں گا، اس کے لئے وُہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا اور بار بار ایسے کرتا، اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن الآیۃ، جس میں تین طلاقیں مقرر کردی گئی ہیں، جس میں سے ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداء میں مرد کو طلاق دینے کے بعد حق باقی تھا اگرچہ تین یا تین سے زائد طلاقیں دے دیتا تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالٰی نے فرمایا الطلاق

---

[۱] جامع الترمذی — ابواب الطلاق الثلاث — امین کمپنی کتبخانہ رشیدیہ دہلی — ۱/۱۴۳
السنن الکبرٰی للبیہقی — باب ماجاء فی امضاء الطلاق — دار صادر بیروت — ۷/۳۳۳

[۲] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن مردویہ والبیہقی تحت آیۃ الطلاق مرتان — مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم، ایران — ۱/۲۷۷

او تسریح باحسان[1]، اجلۂ ائمہ مالک و شافعی و عبد بن حمید و ترمذی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما آرند قال کان الرجل اذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل ان تنقضی عدتها کان ذٰلك له وان طلقها الف مرة فعمد رجل الی امرأته فطلقها حتی اذا ماجاء وقت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ثم قال واللہ لا اویك الی ولا تحلین لی ابدا فانزل اللہ تعالٰی الطلاق مرّٰتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2]

مسلمان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت را رھم میزند و ظلم و ستم جاہلیت را از سر نو تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود و بعد او شوئے را از سر اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکار اندرست وانسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذ اللہ باطل و بے اثر، ہر کہ خواہد ھزار بار طلاق دہد و ہر بار رجعت کند طلاق ہائے دادہ نادادہ شود و اختیارات نامتناہیہ بدست

مرّٰتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان، امام مالک، امام شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی ان اجلہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ابتداء میں مرد کو اختیار رہتا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے، تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے بھی حلال ہوسکے گی، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرّٰتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان، اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہیے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیۂ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ تازہ کر رہے ہیں، اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالٰی نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہوکر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کر آئے گی اور جو شخص بھی ہزار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدۃ وما ورد فی خلاف ذٰلک دار صادر بیروت ۷/ ۳۳۷

[2] موطا امام مالک جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

شوہر بود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
ایں است مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم۔

بست و دوم خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد و محسوب ماند در صحیحین بخاری و مسلم و عامہ کتب اسلام مصرح ست عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما زوجہ خود را بحالت حیض طلاق داد سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لیراجعہا قلت تحتسب قال فمہ[1]، وعن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال مرہ فلیراجعہا قلت تحتسب، قال ارأیتہ ان عجز واستحمق[2]، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حسبت علی بتطلیقۃ[3] وفی صحیح مسلم

ہوجائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہوجائے گا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

بست و دوم خاص یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی، تو بخاری ومسلم اور عام اسلامی کتب میں تصریح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طلاق سے رجوع کا حکم دیا اور رجوع کے باوجود حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوئی۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کو سنا انھوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ رجوع کرے، تو میں نے عرض کی کہ کیا وہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی تو عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا اور کیا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے انھوں نے یونس بن جبیر سے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ وہ رجوع کرے تو میں نے پوچھا کہ کیا پہلی طلاق شمار ہوگی، تو جواب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۰
[2] " " " " " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " " " " "

عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نحوہ وقال فی اٰخرہ قال عبید اللہ قلت لنافع ماصنعت التطلیقۃ قال واحدۃ اعتدبہا[1]، وعن سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم عن ابیہ وفیہ کان عبد اللہ طلقہا تطلیقۃ فحسبت من طلاقہا وراجعہا عبد اللہ کما امرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]، وفی لفظ اٰخر قال قال ابن عمر فراجعتہا وحسبت لہا التطلیقۃ التی طلقتہا[3]، وعن ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انہ امران یراجعہا قال قلت افتحتسب علیہ، قال فمہ اوان عجز واستحمق[4]، وعن انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلک التطلیقۃ التی طلقت وھی حائض، قال مالی لا اعتدبہا وان کنت عجزت واستحمقت[5] بلکہ عبد الحق اشبیلی دراحکام، وبیہقی در سنن از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی واحدۃ[6] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با حدیث کریم۔

میں فرمایا تو بتا اگر وہ رجوع کئے بغیر عاجز ہو جائے یا حماقت کرے یعنی رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی' اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ عبد اللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبید اللہ نافع سے' اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس کے آخر میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ میں نے نافع کو کہا کہ تو نے اس طلاق کو کیا خیال کیا' تو انھوں نے کہا میں نے اسے ایک شمار کیا۔ اور سالم عبد اللہ سے انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس روایت میں ہے کہ عبد اللہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تو میں نے اس کو طلاق شمار کیا اور اس نے رجوع کرلیا جیسا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اسے فرمایا۔ اور دوسرے الفاظ میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا اور میں نے جو طلاق دی اس کو میں نے ایک طلاق شمار کیا، اور ابن سیرین، یونس بن جبیر سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ فرمایا کہ رجوع کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا کہ یہ طلاق شمار ہوگی؟ تو فرمایا اور کیا۔ رجوع سے عاجز ہو جائے یا حماقت کرتے ہوئے رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی'

---

[1] و [2] و [3] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶
[4] صحیح مسلم " " " " " " " ۱/۴۷۷
[5] " " " " " " " "
[6] السنن الکبرٰی باب ماجاء فی طلاق السنۃ وطلاق البدعۃ دار صادر بیروت ۷/۳۲۴

انس بن سیرین سے مروی ہے انھوں نے کہا کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی جو حالتِ حیض میں آپ نے دی ہے تو انھوں نے مجھے فرمایا شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہوسکتی اگر میں عاجز ہوجاؤں یا حماقت کروں تو کیا نہ ہوگی، جبکہ عبدالحق اشبیلی نے احکام میں اور بیہقی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا یہ ایک طلاق ہے، یہ ہے دیوبندی تعلیم کی حدیث کی مخالفت۔

بست وسوم قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره[1]۔ در تفسیر جلالین ست فان طلقها الزوج بعد الثنتین[2] در جمل فرمود ای سواء کان قد راجعها ام لا[3] ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد و متناول ست ہیچکس از علمائے اُمّت را در وخلاف نیست کتبِ فقہ بلاخلاف مطلقاً ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند و زنہار در ہیچ کتابے بوئے ازیں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند وشوہر از سر سہ طلاق را مالک می شود عباراتِ ہزار در ہزار بر بطلان ایں ضلالت شاہد ست تنبیہ غافل وتعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دوارہ در کتب بسند ست کہ در کنز الدقائق و بحر الرائق فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون

بست وسوم اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے۔ تفسیر جلالین میں ہے اگر خاوند دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کرچکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے اُمّت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا کتبِ فقہ بھی بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمتِ غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بُو تک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہوجاتا ہے' اور ہزارہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں، غافل کی تنبیہ اور جاہل کی تعلیم کے لئے اس مسئلہ کا تمام کُتب میں دائر ہونا کافی سند ہے۔ کنز الدقائق اور بحر الرائق میں فرماتے ہیں کہ "خاوند نے کہا جب بھی

---

[1] القرآن ۲/۲۳۰

[2] تفسیر جلالین تحت الطلاق مرتان ملک سراج دین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳۵

[3] تفسیر جمل (الفتوحات الالٰہیہ) تحت الطلاق مرتٰن مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵

13

فالولد الثانی و الثالث رجعة) لوقوع الطلاق بالاول وتثبت الرجعة بالثانی والثالث ویقع بکل طلقة اخری فتحرم حرمة غلیظة[۱] ، درتبیین الحقائق فرمود لانها بولادة الاول وقع علیها الطلاق ثم اذا جاءت بولد اٰخر من بطن اخر علم انه من علوق حادث فتثبت به الرجعة وتقع طلقة اخری بولادته ثم اذا جاءت بالثالث تبین انه کان راجعها بوقوع الثانیة لما قلنا وتقع طلقة ثالثة بولادته فتحرم علیه حرمة غلیظة[۲] اھ مختصرا ، درشرح[۳] مسکین فرمود (فالولد الثانی) یصیر به مراجعا فی الطلاق الاول (والثالث) یصیر فی الطلاق الثانی (رجعة) ویقع الطلاق الثالث بولادة الولد الثالث ولاسبیل الی الرجعة[۳] ، درتنویر[۴] الابصار و درمختار[۵] فرمود فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون

تُو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے ، اس کے بعد بیوی نے نئے نئے حمل پر تین بچے جنے ، تو دوسرا بچہ اور تیسرا بچہ پہلی اور دُوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا ، اس لئے کہ پہلے بچہ سے جو طلاق ہوئی اس سے دوسرے بچے کی وجہ سے رجوع ہُوا ، اور یونہی دوسرے بچے سے جو طلاق ہوئی اس سے تیسرے بچے کی وجہ سے رجوع ثابت ہُوا جبکہ تیسرے سے جو طلاق ہُوئی وہ تیسری طلاق ہے جس سے حُرمتِ غلیظہ ہوگئی ، تبیین[۲] الحقائق میں فرمایا ، یہ اس لئے کہ جب پہلے بچے کی وجہ سے طلاق ہُوئی پھر جب اس کے بعد نئے حمل سے دوسرا بچہ پیدا ہُوا تو معلوم ہُوا کہ یہ نئے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس سے رجوع ثابت ہُوا اور دُوسری طلاق ہوگئی ، پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہُوا تو اس بیان مذکور سے دوسری طلاق سے بھی رجوع ثابت ہُوا اور تیسری طلاق ہوگئی اور بیوی حرمتِ غلیظہ کے طور پر حرام ہوگئی اھ اور شرح[۳] مُلّا مسکین میں فرمایا کہ دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلی طلاق سے اور تیسرے بچے کی پیدائش سے دوسری طلاق سے رجوع ہُوا اور تیسری طلاق ہوگئی جس کے بعد رجوع کیلئے چارہ نہ رہا ۔ تنویر[۴] الابصار اور درمختار میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ تُو جب بھی بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے ، تو اس نے تین حمل کے ساتھ تین بچے جنے تو تین طلاق

---

۱ ؎ بحرالرائق باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۵۵
۲ ؎ تبیین الحقائق المکتبة الامیریہ بولاق مصر ۲/ ۲۵۶
۳ ؎ شرح کنز لملا مسکین علی حاشیة فتح المعین باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۹

13
13

تقع الثلاث والولد الثانی رجعة فی الطلاق الاول، وتطلق به ثانیا کالولد الثالث، فانه رجعة فی الثانی وتطلق به ثلثا عملا بکلما[1]، درغرر[2] و درر فرمود لوقال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون یقع) طلقات (ثلاث و) الولد (الثانی والثالث رجعة) درملتقی[3] الابحر و مجمع الانہر فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون فالثانی والثالث رجعة و تتم) الطلقات (الثلث بولادة الثالث) فیحتاج الی زوج اٰخر، در وقایہ[12] و شرح[4] اٰں فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعة کالثالث، و درغایة البیان[13] و ذخیرة العقبٰی[5] فرمودند اعلم انہا تطلق ثلثا ویثبت نسب الاولاد من الزوج وعلیہا العدة بثلث حیض بعد ولادة الولد الثالث، در اصلاح[15] و ایضاح[16]

ہوجائیں گی، یُوں کہ دوسرا بچہ پہلی طلاق سے اور تیسرا بچہ دُوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا اور تین طلاقیں کلما کہنے کی وجہ سے ہوجائیں گی۔ غُرر اور دُرر میں فرمایا کہ جب بیوی کو کہا کہ تُو جب بھی بچّہ جنے تجھے طلاق ہے، تو اس نے ہر بار نئے حمل سے تین بچے جنے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی، اور دوسرا اور تیسرا بچہ رجوع ثابت کرے گا' ملتقی الابحر اور مجمع الانہر میں فرمایا، بیوی کو کہا، جب بھی تُو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے مختلف حملوں میں تین بچے جنے تو دُوسرا اور تیسرا بچہ رجعت ثابت کریں گے اور تین طلاقیں مکمل ہوجائیں گی؛ تیسرے بچے کے بعد دُوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت ہوگی۔ وقایہ اور اس کی شرح میں ہے، جب بھی بچہ جنے کہنے پر تین مختلف حملوں میں تین بچے جننے پر بیوی کو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جیسا کہ تیسرا دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ غایة البیان اور ذخیرة العقبٰی میں فرمایا کہ یاد رکھو مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور تینوں بچوں کے نسب اس خاوند سے ثابت ہوں گے اور بیوی پر تیسرے بچے کی ولادت کے بعد عدت تین حیض ہوگی۔

---

[1] درمختار — باب الرجعة — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۹
[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام — باب الرجعة — مطبع احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۳۸۶
[3] ملتقی الابحر و مجمع الانہر — " — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۷
[4] شرح الوقایہ — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۶
[5] ذخیرة العقبٰی — " — مطبع نولکشور کانپور ۲/۲۱۳

فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون یقع ثلث والولد الثانی رجعة کالثالث[۱] امام اجل صدر شہید در شرح جامع صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمود لما ولدت الولد الثالث صار مراجعا ایھا بالوطی بعد الطلاق ووقع اٰخر بالولادة ولا رجعة بعد ذٰلک لانہ تم الثلاث[۲] در خزانة المفتین برمز اختیار شرح مختار فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث[۳] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با ائمۂ اُمت ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

اصلاح والیضاح میں فرمایا کہ جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق، کہنے پر جب تین بچے یکے بعد دیگرے حمل سے پیدا ہوجائیں تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ رجوع ثابت ہوگا جیسا کہ تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ امام اجل صدر شہید نے امام محمد کی جامع صغیر کی شرح میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں جب تیسرا بچہ جنا تو دوسرے بچے کی طرح یہ بھی طلاق سے وطی کے بعد رجوع ثابت ہوگا، اور تیسرے بچے کی ولادت سے آخری طلاق ہوجائیگی جس کے بعد رجوع نہ ہوسکے گا کیونکہ تین طلاقیں مکمل ہوگئیں۔ خزانة المفتین میں اختیار شرح مختار کی علامت سے بیان فرمایا کہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جس طرح تیسرا دوسری طلاق سے رجعت ثابت ہوگا۔ یہ ہے دیوبندی تعلیم ائمۂ اُمت کے مخالف۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

بست وچہارم ازغایت غباوت وغوایت اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں درحساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باوچہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ فم اوست کہ دہن از آواز پُر و ذہن از معنی

بست وچہارم اس کی انتہائی غباوت اور گمراہی اس کا یہ کہنا ہے کہ "جس طرح طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بعد بھی طلاق دے دے تو پہلی دو طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں اور دوبارہ نکاح کے بعد اگر طلاق دے تو وہ حساب میں آئے گی اور دوبارہ نکاح سے پہلے دی ہوئی شمار نہ ہوگی اسی طرح رجوع کے بعد پہلی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے"

---

[۱] اصلاح و ایضاح

[۲] حاشیہ علی الجامع الصغیر بحوالہ الصدر الشہید باب الرجعة مکتبۃ الیوسفی لکھنؤ ص ۵۹

[۳] خزانة المفتین فصل فی الرجعة قلمی نسخہ ۱/۱۳۶

تھی، وبیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نوعروساں منصّۂ دیوبندیت را با مطلب ومعنی جفت نکردہ اند، کدام دو طلاق پیشین ست کہ بطلاق بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست ابطالش بطلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد واگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق ابطال اول را چرا موجب شود باز مبنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت او را چہ کار است باز اگر باشد ابطال یکے باشد نہ ہر دو وبقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بد عقلی وکج فہمی لائق نجدیت و تعلیم دیوبندی است۔

اس پر آفرین کہ مُنہ کے سوراخ سے کیا اچھی آواز نکال رہا ہے، اس کا منہ آواز سے پُر اور ذہن فہم سے خالی ہے، یہ بیچارہ کیا کرے کہ ابھی دیوبندیت کی نئی نویلی دلہن سے مطلب ومعنیٰ میں جفتی نہیں ہے، کون سی دو طلاقیں پہلے ہیں جو طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح سے کالعدم ہوجاتی ہیں۔ جب تیرے ہاں دوبارہ نکاح سے قبل والی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے تو اس کا کالعدم ہونا دوبارہ نکاح سے طلاق بائنہ پر کیونکر موقوف ہوگا؟ اگر کسی سے یہ سن لیا ہے کہ بائنہ کے بعد بائنہ لاحق نہیں ہوسکتی تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے، تو پھر پہلی طلاق کو بطلان کے لاحق ہونے کی وجہ کیسے ہوا، پھر اس کا مبنیٰ اخبار ہونا ہے تو رجعی طلاق کے بعد رجوع سے کیا تعلق ہے، پھر اگر ہو بھی تو ایک کا بطلان ہونا چاہئے نہ کہ دو کا، اور ان تمام وجوہ سے قطع نظر، رجعی کے بعد اور بائنہ طلاق کے بعد دوبارہ رجوع کے بعد بائنہ میں کون سا جامع امر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی اور دیوبندی تعلیم ہے۔

بست و پنجم از استنادش بمسئلہ درمختار طلقہا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلاثا[1] مع عبارت ردالمحتار وطحطاوی لانہ بعدہا یبطل عمل الطلاق[2] چہ جائے شکوے کہ ہچو مدہوشاں وبیہوشاں در ابطال طلاق وابطال عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلّم ومعقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد و از

بست و پنجم درمختار کے مسئلہ کہ رجعی طلاق دے کر اس کو بائنہ یا تین کرنا، اس کے ساتھ ردالمحتار اور طحطاوی کی عبارت کہ اس لئے کہ اس کے بعد طلاق کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کو دلیل بنانا، ان مدہوش اور بیہوش لوگوں کا جو بطلانِ طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق کر سکیں، کیا شکوہ کیا جائے، یہ انہی کو لائق ہے، لیکن ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ رجوع سے طلاق کا

---

[1] درمختار — باب الکنایات — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۲۵

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۴۶۸

صفحۂ واقع ارتفاع پزیرد مسئلہ را بنہایت ایضاح اتضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت درکار نیست۔

بالجملہ حکم ہمان ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شدہ بے تحلیل بہ تحلیل مجتہدان دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زا لغو بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پسیں درشرع و دین نہادند الحق کہ بتحلیل حرام قطعی لب کشادند اوبرحکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زنِ احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہما زناں ایناں بحکم فقہ برایناں حرام شدند ہمچوکساں را باید کہ بتجدیدِ اسلام و نکاح پروازند وحرام خدا را برائے حطامِ دُنیا حلال نسازند وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمل ختم ہوجاتا ہے نہ کہ طلاق ختم ہوجاتی ہے اور کالعدم ہوجاتی ہے۔ ہم نے مسئلہ کو مفصل طور پر واضح کردیا ہے اس سے زائد طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ زیربحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، دیوبندی مجتہدین کے حلال کرنیکے باوجود بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ "بعد والی رجعت سے پہلی طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں"، یہ ان کی دین اور شریعت میں نئی بدعت ہے، حق یہ ہے کہ حرام قطعی کو انھوں نے حلال کہہ دیا ہے جو کہ فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے، احمد علی کی بیوی ان کے حلال کرنے سے حلال نہ ہوگی مگر ان کو یہ فکر کرنی چاہئے کہ فقہی حکم کے مطابق ان کی بیویاں ان پر حرام ہوچکی ہیں، ان سب کو چاہئے کہ وہ خود تجدید اسلام اور تجدیدِ نکاح کریں، اور اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو دنیاوی ایندھن کی خاطر حلال نہ کریں، و باللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(رسالہ ختم ہُوا)